قرآن کریم اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۸۲ شمارہ: ٦
جمادی الاخریٰ: ۱۴۴۰ھ - مارچ: ۲۰۱۹ء
قیمت فی شمارہ: ۳۵ روپے ، زرِ سالانہ: ۴۰۰ روپے

مدیر / مدیر مسئول
مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر

نائب مدیر
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

مدیر معاون
مولانا محمد اعجاز مصطفی

ناظم
مولانا فضل حق یوسفی

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ ''بینات'' جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465
فون دفتر ''بینات'': 021-34927233

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 0101900-397-7 برانچ کوڈ: 00816
مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

ریاست ہائے متحدہ امریکہ، جنوبی افریقہ، تھائی لینڈ، ناروے، ویسٹ انڈیز وغیرہ: 35 امریکی ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مسقط، بحرین، عمان، ایران، انڈیا وغیرہ: 27 امریکی ڈالر

بنگلہ دیش: 25 امریکی ڈالر

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147

فیکس: +92-21-34919531

Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر **مطبع:** ایجوکیشنل پریس **طابع:** فیروز زکی

فہرستِ مضامین

بصائر و عبر

انٹرنیٹ کے منفی استعمال کے نقصانات اور اُن سے بچنے کا طریقہ!	۳	مفتی عبدالرؤف غزنوی سابق استاذ: دارالعلوم دیوبند، انڈیا حال اُستاذ: جامعہ بنوری ٹاؤن، کراچی

مقالات و مضامین

عزت وکامرانی کے اسباب!	۱۳	محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ
بھائی چارہ اور اُخوتِ اسلامی	۱۵	حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مکاتیب علامہ کوثریؒ... بنام... علامہ بنوریؒ (قسط:۲۱)	۲۱	ترجمہ: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
چند ناجائز معاملات!	۲۹	مفتی عبدالرؤف سکھروی
جدید میڈیکل سائنس کی بنیاد رکھنے والے مُعالجین	۳۴	ترجمہ: حکیم مولانا عبیداللہ عبید
خوانِ بنوریؒ سے مولانا اورکزئیؒ کی خوشہ چینی (قسط:۲)	۴۴	مرسلہ: مولانا محمد طفیل کوہاٹی

دار الافتاء

قدیم تعمیر شدہ مساجد کی شرعی وقانونی حیثیت! اکابرِ اُمت کی نظر میں	۵۴	ادارہ

نقد و نظر

	۶۳	ادارہ

انٹرنیٹ کے منفی استعمال کے نقصانات

اور اُن سے بچنے کا طریقہ!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہٖ الذین اصطفٰی

اس میں کوئی شک نہیں کہ انٹرنیٹ مختلف معلومات کے لیے ایک ایسا اہم ذریعہ بن چکا ہے، جس کے ذریعہ انسان مختصر وقت کے اندر معمولی لاگت سے بے شمار دینی، علمی، اقتصادی اور سیاسی معلومات تک رسائی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ حالاتِ حاضرہ سے بھی واقفیت حاصل کرسکتا ہے۔ اسی طرح اس کے توسط سے دینی اور عصری اداروں میں دفتری کاموں کے اندر سہولت اور آپس میں معلومات کے تبادلے سے متعلق بھی کافی آسانیاں پیدا ہوچکی ہیں، لہٰذا اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ مختلف میدانوں کے اندر انسان کے لیے بے شمار سہولتیں فراہم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر میں بے شمار لوگ جن میں چھوٹے بڑے، مرد و عورت، مال دار و غریب، پرہیزگار اور آزاد خیال ہر قسم کے لوگ شامل ہیں، کسی نہ کسی حد تک اس سے منسلک اور اس کے ثنا خواں نظر آتے ہیں، اور اپنی مجالس میں اس کی خوبیاں گننے اور بیان کرنے سے نہیں تھکتے۔

البتہ ایک افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ انٹرنیٹ کی ستائش کرنے والے اور اس پر فریفتہ ہونے والے اکثر حضرات اس کے نقصانات اور اُس کے منفی گوشوں پر سنجیدگی کے ساتھ غور نہیں کرتے، جس کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ مختلف دینی، جسمانی اور نفسیاتی مشکلات کے شکار ہوجاتے ہیں۔ اسی حقیقت کو

مدِنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے احقر نے اس مضمون کے اندر انٹرنیٹ کے غلط استعمال کے نقصانات بیان کرنے اور ان سے بچنے کا طریقہ بتانے کی کوشش کی ہے، تاکہ اس جدید آلہ سے منسلک لوگ اس کے نقصانات سے باخبر و ہوشیار رہیں۔

میرے اس مضمون سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ میں انٹرنیٹ کے فوائد سے انکار کرتا ہوں، یا لوگوں کو اس کے استعمال سے کلی طور پر منع کرتا ہوں، اس لیے کہ ایک طرف تو اس کے بعض فوائد میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور دوسری طرف حالاتِ حاضرہ کے اندر موجودہ معاشرے کے افراد بظاہر اس بات کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں گے کہ اس کے استعمال کو مکمل طور پر ترک کریں، لہٰذا ان کو کلی طور پر منع کرنا لاحاصل ہوگا۔

چند احباب کی طرف سے مجھے انٹرنیٹ استعمال کرنے کی ترغیب اور میرا موقف

چند سال قبل جب انٹرنیٹ کا استعمال خواص وعوام میں پھیلنے لگا اور اس سے منسلک آلات جیسے سمارٹ فون، لیپ ٹاپ وغیرہ لوگوں میں مشہور ہونے لگے، اور اس کا استعمال صرف دنیوی ضروریات اور عصری علوم تک محدود نہیں رہا، بلکہ علومِ دینیہ جیسے تفسیر وحدیث، فقہ واُصولِ فقہ، ادب وعقائد وغیرہ میں بھی لوگ اس سے استفادہ کرنے لگے، تو میرے چند احباب نے جو دینی علوم ومدارسِ اسلامیہ سے تعلق رکھنے والے تھے، مجھ سے بار بار اصرار کے ساتھ کہا کہ تمہیں احادیثِ نبویہ کے ایک خادم اور دینی علوم کے ایک مدرس اور علمی تحقیقات سے دل چسپی رکھنے والے ایک فرد کی حیثیت سے اس آلہ سے استفادہ کرنا چاہیے، اس لیے کہ اس کے ذریعے مختصر وقت میں تمہیں احادیثِ نبویہ کے مراجع تک پہنچنے، اسانیدِ حدیث کی صحت وضعف معلوم کرنے اور دیگر علمی تحقیقات تک رسائی حاصل کرنے میں کافی مدد ملے گی اور ساتھ ساتھ یہ اصرار بھی کرتے رہے کہ تم انٹرنیٹ سے منسلک سمارٹ فون کا سیٹ اپنے استعمال میں رکھو، تاکہ جس وقت بھی اور جہاں بھی تمہیں کوئی علمی ضرورت پیش آئے گی، تم اس سے استفادہ کرسکو گے۔

ان حضرات کی باتیں سن کر میں ہمیشہ یہ جواب دیتا رہا کہ آپ جیسے تجربہ کار حضرات کی اس وضاحت کے بعد میرے لیے انٹرنیٹ کے بعض فوائد سے انکار کرنے کی تو کوئی گنجائش باقی نہیں رہی! تاہم مجھے ایک خوف ضرور لاحق ہے کہ انٹرنیٹ کے مفید ومضر گہرے سمندر میں اگر میں داخل ہوا تو کہیں اس کی خطرناک لہروں اور بے رحم مگرمچھوں کا شکار نہ ہوجاؤں، اور میں چونکہ تیراکی اور مگرمچھوں کے مقابلہ کرنے میں مہارت کا دعویدار بھی نہیں، اس لیے مجھے خطرہ ہے کہ اس گہرے اور خطرناک سمندر میں داخل ہونے کے بعد اس کی لہروں میں غرق ہوکر یا اس کے مگرمچھوں کا لقمہ بن کر ساحل تک واپسی کا موقع نہیں پاسکوں گا۔

ایک گراں قدر نصیحت وتربیت کا اثر

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے احقر نے اپنے زمانۂ طالب علمی سے لے کر زمانۂ تدریس تک ہمیشہ اپنے والدین اور اساتذۂ کرام اور مشائخ عظام کی نصیحتوں کو یاد رکھنے اور ان کے اندازِ تربیت کو حتی الامکان اپنانے کی کوشش کی ہے، اور آج تک اپنی غفلتوں کے باوجود ان کی گراں قدر نصیحتوں اور مخلصانہ اندازِ تربیت کے ایسے فوائد وثمرات مجھے نظر آتے ہیں جنہیں دیکھ کر ان کے لیے غائبانہ طور پر دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلتی ہیں۔ میرے والدین مکرمین اور اساتذۂ کرام و مشائخ عظام (جن میں سرِفہرست میرے مرشد ومکرم استاذ فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ سابق رئیس دارالافتاء دارالعلوم دیوبند اور میرے محترم اُستاذ حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری دامت برکاتہم شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند ہیں) کی پر اثر نصیحتوں میں سے اس مضمون کی مناسبت سے صرف ایک قیمتی نصیحت کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے:

''ایسے آلاتِ جدیدہ کو جو مختلف الجہات یعنی فوائد ونقصانات دونوں پر مشتمل نظر آتے ہوں، اس وقت تک استعمال کرنے کی کوشش نہ کریں، جب تک ان کے مثبت ومنفی دونوں گوشوں پر غور اور دونوں کے درمیان موازنہ نہ کریں، اس لیے کہ انسان جلد باز واقع ہوا ہے، وہ مثبت گوشوں سے جلد متأثر ہوتا ہے اور منفی گوشوں سے غفلت برتتا ہے، چنانچہ ذرائع ابلاغ واشتہارات کے ذریعہ جب کسی نئی چیز کے فوائد اس کے علم میں آتے ہیں تو وہ فوراً اس کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اس کے منفی گوشوں اور نقصانات پر غور کرنے کی کوشش نہیں کرتا، جس کے نتیجے میں وہ آہستہ آہستہ اس کے نقصانات کا شکار ہوجاتا ہے اور اس کو اندازہ بھی نہیں ہوتا، اور بالآخر بہت بڑا نقصان اُٹھاتا ہے۔''

حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہم کا میرے موبائل فون کو جانچنا

۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء کو افریقی ملک ''زامبیا'' کے شہر ''لوساکا'' میں واقع ''جامعہ اسلامیہ'' کے منتظمین حضرات (جو جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے فضلاء ہیں) کی طرف سے مجھے دعوت دی گئی کہ ''جامعہ اسلامیہ'' کا سالانہ اجلاس ماہِ شعبان ۱۴۳۳ھ کو حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کی صدارت میں منعقد ہونے والا ہے، آپ کو بھی اس اجلاس میں شرکت کی دعوت دی جارہی ہے۔ احقر نے اس موقع کو غنیمت وسعادت سمجھ کر دعوت قبول کرلی، اس لیے کہ اس بہانے تقریباً گیارہ سال بعد حضرت

الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہم العالی سے ملاقات اور ان سے استفادہ کرنے کا موقع ملنے والا تھا، چنانچہ شعبان کے شروع میں احقر ''زامبیا'' پہنچ گیا۔

''زامبیا'' پہنچنے کے بعد تقریباً دس روز تک مسلسل حضرت کی خدمت میں رہنے اور ان کے علمی وتربیتی بیانات اور مشفقانہ ہدایات سے استفادے کا موقع ملتا رہا، اس دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک دفعہ میزبان حضرات کی گاڑی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے کے لیے حضرت الاستاذ روانہ ہونے والے تھے، میزبانوں نے حسبِ معمول میرے لیے بھی اُسی گاڑی میں بیٹھنے کا انتظام کرلیا، حضرت الاستاذ سامنے والی سیٹ پر ڈرائیور کے بغل میں تشریف فرما ہوئے اور میں ان کے پیچھے والی سیٹ پر بیٹھ گیا اور گاڑی روانہ ہوگئی۔

تھوڑی دیر کے بعد گاڑی ہی کے اندر میرے زیرِ استعمال سادے موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی، میں نے فون وصول کر کے فون کرنے والے سے مختصر بات کی اور فون بند کردیا، حضرت الاستاذ نے فون کی گھنٹی کی آواز اور میری گفتگو دونوں سن لیں، میری گفتگو ختم ہونے کے بعد اپنے پیچھے سے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے فرمایا: ''ذرا اپنا موبائل فون مجھے دکھادو'' میں نے فوراً اپنا موبائل ان کی خدمت میں پیش کیا اور سمجھ گیا کہ حضرت الاستاذ اس موبائل فون کی نوعیت کو دیکھ کر یہ جانچنا چاہتے ہیں کہ کیا ان کے اس حقیر شاگرد نے اُن سے جدائی کے بعد اُن کی نصیحتوں کو خدانا خواستہ فراموش کرکے پرکشش آلاتِ جدیدہ کو ان کے انجام پر غور کیے بغیر استعمال کرنا شروع کردیا ہے؟ یا آج تک اللہ کی توفیق سے بیدار مغزی کے ساتھ سادگی کو ترجیح دیتے ہوئے اپنے محسنین کی نصیحتوں کو یاد کیے رکھا ہے؟

بہرصورت! حضرت الاستاذ نے جب میرے سیدھے سادے موبائل فون کا معائنہ فرماتے ہوئے اپنے ہاتھوں میں اُسے اُلٹ پلٹ کر دیکھا اور ان کو اطمینان ہوا کہ ایک بالکل سیدھا سادا اور انٹرنیٹ سے غیر منسلک سستا سا موبائل فون ہے، تو زباں سے کچھ کہے بغیر مجھے واپس کردیا، البتہ ان کے چہرے پر اطمینان کی علامت بکھری ہوئی نظر آرہی تھی، جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ مطمئن ہوگئے۔ حضرت الاستاذ کے اطمینان کو دیکھ کر دل میں میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنے اُستاذِ محترم کی قیمتی نصیحت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماتے ہوئے مجھے شرمندگی سے بچایا۔

انٹرنیٹ کے استعمال سے پہلے اس کے نقصانات کا پتہ لگانا

الغرض! اپنے بڑوں کی تربیت کی برکت سے میں نے دوستوں کے اصرار کے باوجود اپنے آپ کو انٹرنیٹ اور اس سے منسلک موبائل فون کے استعمال سے دور رکھا اور اپنی علمی ضرورتوں اور تحقیقی

کاموں کے لیے تسلسل کے ساتھ پرانے طریقوں سے کام لیتا رہا، اور اس مضمون کو قلمبند کرنے کی تاریخ (۱۴-۰۴-۱۴۴۰ھ مطابق ۲۲-۱۲-۲۰۱۸ء) تک اپنے پاس ایک معمولی اور سادہ موبائل فون رکھنے پر اکتفا کرتا رہا، البتہ انٹرنیٹ کے مشہور ومعروف فوائد کے ساتھ ساتھ اس کے نقصانات سے واقف ہونے کی کوششوں میں بھی لگا رہا، چنانچہ باخبر اور تجربہ کار و بااعتماد ساتھیوں اور دوستوں سے اس کے نقصانات اور مضر اثرات سے متعلق معلومات حاصل کرتا رہا، اسی طرح خود بھی انٹرنیٹ سے منسلک ایسے افراد کے احوال وعادات پر گہرائی کے ساتھ غور کرتا رہا جو میرے جاننے والے اور وقتاً فوقتاً ملاقات کرنے والے تھے، تاکہ مجھے یہ اندازہ ہو جائے کہ ان کی عادتوں اور خصلتوں میں انٹرنیٹ کے استعمال کے بعد بہتری نظر آرہی ہے یا خدانخواستہ کچھ کمزوری؟ یا پھر ان کی عادات اپنی سابقہ حالت پر برقرار رہتی ہیں؟ تاکہ مذکورہ حالات جاننے کے بعد مجھے انٹرنیٹ کے استعمال سے متعلق فیصلہ کرنے میں آسانی رہے۔

انٹرنیٹ کے فوائد ونقصانات معلوم کرنے اور ان پر غور کرنے کے دوران اگرچہ میں اس کے مثبت گوشوں سے استفادہ تو نہ کرسکا، جب کہ میرے بعض دوست واحباب نے ان گوشوں سے اچھا خاصا استفادہ کیا، تاہم میں اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنی توفیق سے اس کے نقصانات ومفاسد سے بچاتے ہوئے ان کو میرے سامنے واضح کردیا، تاکہ ان کا سامنا کرنے سے پہلے ان سے بچنے کی فکر کروں، اور اپنی اولاد و متعلقین کو بھی ان نقصانات سے آگاہ کرنے کی کوشش کروں۔

انٹرنیٹ کے فوائد تو زبان زدِ خاص وعام ہو چکے ہیں، اس لیے انہیں تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں، اجمالی طور پر مضمون کے شروع میں ان کا ذکر آ بھی چکا ہے، البتہ اس کے نقصانات میں سے چند بنیادی نقصانات کا تذکرہ اور ان سے بچنے کا طریقہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں، تاکہ ہمارے وہ مسلمان بھائی جو انٹرنیٹ سے منسلک ہیں یا بعد میں منسلک ہونے والے ہیں، وہ ان نقصانات کو سمجھیں اور ان سے بچنے کی فکر کریں:

پہلا نقصان: بے حیائی پھیلانا

انٹرنیٹ کا پہلا نقصان یہ ہے کہ وہ بے حیائی وعریانیت پھیلانے، فسق وفجور کے مناظر پیش کرنے کا سب سے بنیادی اور سستا ذریعہ ہے، اس کے ذریعہ اخلاقی ودینی تباہی، نوجوان مرد وخواتین کی بے راہ روی وگمراہی، شر وفساد کی وادیوں میں ان کی ہلاکت اور اسلامی اقدار و پاکیزہ روایات سے ان کی لاتعلقی عام ہوتی جارہی ہے! کتنے والدین ایسے ہیں جو انٹرنیٹ سے منسلک ہونے کے بعد اپنی اولاد کی گمراہی کا رونا رو رہے ہیں؟! اور کتنی نوجوان لڑکیاں ایسی ہیں جنہیں اس انٹرنیٹ کے توسط سے سبز باغ دکھایا گیا اور

وہ دھوکہ کھا کر اپنے گھروں سے بھاگ گئیں؟! کچھ عرصے تک دھوکہ بازوں کی مذموم خواہشات کا نشانہ بن کر پھر بے یارومددگار چھوڑ دی گئیں، جس سے دنیا وآخرت دونوں کا نقصان اُنہیں اُٹھانا پڑا۔

دوسرا نقصان: وقت کا ضیاع

وقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں وقت کی اہمیت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اس کی اوراس کے مختلف اجزاء کی قسمیں کھائی ہیں! چنانچہ کہیں تو زمانے کی قسم کھاتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وَالْعَصْرِ'' (زمانے کی قسم) اور کہیں رات اور دن کی قسم کھاتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وَالَّیْلِ إِذَا یَغْشٰی وَالنَّھَارِ إِذَا تَجَلّٰی'' (رات کی قسم! جب وہ چھا جائے اوردن کی قسم! جب اس کی روشنی پھیل جائے) اورکہیں چاشت کی قسم کھاتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وَالضُّحٰی'' (چاشت کی قسم!) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دین کی بنیادی عبادات جیسے: نماز وروزہ اور حج ادا کرنے کا حکم دیتے ہوئے ان کے لیے اوقات بھی متعین کردیئے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ شریعت کی روشنی میں وقت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ وقت کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اگر انسان اس سے استفادہ کرنے اوراس کو فضولیات وعبثیات میں خرچ کرنے سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے تو بڑے مثبت نتائج حاصل کرسکتا ہے، اوراگر اس کو بے فائدہ اور گھٹیا کاموں میں خرچ کرتا رہا تو وہ ایک بڑے قیمتی سرمائے سے محروم ہوجائے گا۔

انٹرنیٹ کے نقصانات میں سے دوسرا نقصان یہ ہے کہ اس سے منسلک اکثر لوگوں کے قیمتی اوقات اس کے استعمال کی وجہ سے ضائع ہوجاتے ہیں! وہ گھنٹوں تک بے حس وحرکت ہوکر اس کی اسکرین پر نظریں جما کر بیٹھتے ہیں، اور اکثر غیرضروری بلکہ نقصان دہ اُمور کا مشاہدہ کرتے ہوئے ایک ہی نشست میں اپنے قیمتی اوقات میں سے ایک اچھا خاصا حصہ ضائع کردیتے ہیں اوراُن کو اندازہ تک نہیں ہوتا۔

تیسرا نقصان: صحت پر اس کے منفی اثرات

ماہرین کا کہنا ہے کہ انٹرنیٹ کے زیادہ استعمال سے انسان ذہنی تناؤ اورنفسیاتی بیماریوں کا شکار ہوکر ہائی بلڈ پریشر، شوگر، جسمانی کاہلی وسستی اور وزن وموٹاپے کی زیادتی اور دیگر قلبی واعصابی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتا ہے، اس لیے کہ جب انسان طویل وقت تک ایسی حالت میں اسکرین کے سامنے بیٹھا ہوا ہوتا ہے کہ صرف دماغ کے علاوہ اس کے دیگر اعضاء ساکت ہوں تو سارا دباؤ دماغ ہی پر ہوتا ہے، جسے وہ برداشت نہیں کرسکتا اور تناؤ کا شکار ہوجاتا ہے، اور باقی اعضاء طویل وقت تک حرکت نہ کرنے کی وجہ سے دیگر امراض کے شکار ہوجاتے ہیں!

میرے ایک مخلص دوست جناب حافظ ڈاکٹر محمد سمیر قریشی صاحب جو ذہنی امراض کے متخصص اور ڈاؤ یونیورسٹی کراچی (Dow Univesity Karachi) کے پروفیسر ہیں، انہوں نے بتایا کہ بعض ماہرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ انٹرنیٹ کی کثرتِ استعمال سے وہ بیماریاں پیدا ہوسکتی ہیں جو منشیات کے استعمال سے پیدا ہوتی ہیں، اس لیے کہ اس کے زیادہ استعمال سے جسم کے اندر وہی مضر کیمیاوی مواد پیدا ہو جاتے ہیں جو منشیات کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں اور وہ مواد انسان کو اس کے مزید استعمال کرنے پر مجبور کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

چوتھا نقصان: تعلیمی میدان میں پستی

احقر جس مسجد میں امامت وخطابت کی ذمہ داری انجام دے رہا ہے، اس مسجد کے نمازی حضرات اور دیگر متعلقین میں سے مختلف لوگوں نے بتایا کہ اُن کے بچے انٹرنیٹ کی کثرتِ استعمال کی وجہ سے تعلیمی میدان میں کافی پیچھے رہ گئے، پڑھنے اور مطالعہ کرنے سے ان کا تعلق کمزور پڑ گیا، اس لیے کہ وہ اپنا اچھا خاصا وقت انٹرنیٹ سے منسلک لیپ ٹاپ اور موبائل فون کی اسکرین کے سامنے بیٹھ کر خرچ کرتے ہیں اور جب تھک جاتے ہیں تو باقی وقت کھیل کود، کھانے پینے اور سونے میں خرچ کرتے ہیں، پڑھنے کے لیے ان کے پاس وقت نہیں بچتا۔

پانچواں نقصان: معلومات چوری کرنے کا ذریعہ

انٹرنیٹ دوسروں کی معلومات چُرا لینے کا ذریعہ بھی بن گیا ہے، چنانچہ بعض لوگ اس کے ذریعے دوسروں کی خفیہ معلومات تک جو اُن کے خصوصی اُمور یا بینک کے حسابات سے متعلق ہوں رسائی حاصل کر لیتے ہیں اور پھر کبھی تو ان کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کرتے ہیں اور کبھی بینکوں سے اُن کی رقوم چُرا لیتے ہیں! اسی طرح کچھ لوگ انٹرنیٹ کے ذریعے مختلف علماء کی تالیفات ومضامین تک آسانی کے ساتھ رسائی حاصل کر لیتے ہیں اور پھر اُن میں کچھ ردّ وبدل کر کے اپنی طرف منسوب کرتے ہیں، تاکہ وہ محنت وجد وجہد کے بغیر مصنّفین کی فہرست میں شامل ہو جائیں۔

چند دفعہ خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ کوئی صاحب ایک علمی مسوّدہ لے کر اس دعوے کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے کہ وہ مسوّدہ اُن کی تصنیف ہے اور وہ مجھ سے اس پر تقریظ لکھوانا چاہتے ہیں! مجھے کچھ قرائن سے اندازہ ہوگیا کہ یہ مسوّدہ اُن ہی کی محنتوں کا نتیجہ نہیں، بلکہ انہوں نے اِدھر اُدھر سے دوسروں کے مضامین لے کر تیار کرلیا ہے، لہٰذا میں نے اپنے اطمینان کے لیے اس کے اوراق کو پلٹتے ہوئے اُن سے مختلف مقامات کی کچھ تشریح کرنے کی درخواست کی! لیکن افسوس کہ وہ تشریح نہ کر سکے، میں نے کہا کہ: بتایئے! میں ایسی کتاب کی تقریظ لکھنے کی جرأت کیسے کرسکتا ہوں جس

کے مصنف اس کی تشریح کرنے سے عاجز ہوں؟ وہ لاجواب ہوکر خاموشی سے واپس تشریف لے گئے۔

چھٹا نقصان: خاندان کے افراد کے درمیان لاتعلقی

انٹرنیٹ کے زیادہ استعمال کی وجہ سے اولاد و والدین، میاں بیوی اور دیگر قریبی رشتہ داروں کے درمیان دوریاں پیدا ہورہی ہیں جس سے اُن کے آپس کے حقوق متأثر ہوکر ناچاقیاں جنم لے رہی ہیں، اور میاں بیوی کے درمیان تلخیاں بڑھتی جارہی ہیں! یہاں تک کہ بعض دفعہ طلاق تک نوبت پہنچتی ہے۔ اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ خاندانی جھگڑے، قریبی رشتہ داروں اور میاں بیوی کے درمیان تلخیاں اور دوریاں پیدا ہونا بڑی ناکامی اور محرومی کی بات ہے۔

ساتواں نقصان: غلط معلومات کی اشاعت

انٹرنیٹ کے ذریعے دینی ودنیوی موضوعات سے متعلق بڑے پیمانے پر غلط معلومات کی اشاعت کا کام بھی کیا جارہا ہے۔ باطل تحریکات مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے، ان کے عقائد کو بگاڑنے اور اپنے باطل عقائد ونظریات کو پھیلانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اسی طرح خود مسلمانوں میں سے بعض کم علم یا باطل افکار کے حامل لوگ تفسیر وحدیث وفقہ اور دیگر دینی علوم سے متعلق ایسی غلط معلومات انٹرنیٹ کے ذریعے پھیلاتے ہیں جنہیں درست سمجھ کر ایک عام مسلمان دینی موضوعات سے متعلق غلطیوں کا شکار ہوجاتا ہے، لہٰذا! جب تک کسی مستند ذریعے سے تصدیق نہ کی جائے اس وقت تک صرف انٹرنیٹ کی معلومات پر اعتماد نہ کیا جائے۔

انٹرنیٹ کے نقصانات میں سے مذکورہ بالا ایسے بنیادی سات نقصانات ہیں جن سے بچنے کے لیے ہر مسلمان مرد وخاتون کو ہوشیار رہنا چاہیے۔

انٹرنیٹ کے نقصانات سے بچنے کا راستہ

اب ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مندرجہ ذیل چند ایسی باتوں کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اگر مسلمان مرد وخواتین ان باتوں کو ذہن نشین کرتے ہوئے ان پر عمل کریں گے، تو اُمید ہے کہ انٹرنیٹ کے نقصانات سے بچ سکیں گے:

پہلی بات

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ہر مسلمان مرد وخاتون کو نگاہ کی حفاظت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

’’قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِکَ أَزْكٰى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ، وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ.‘‘ (النور: ۳۰-۳۱)

ترجمہ: ''اے پیغمبر! ایمان والوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے، بلاشبہ جو کچھ یہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے، اور ایمان والی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔''

اور نبی کریم ﷺ نے بدنگاہی کی تباہ کاری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''**النظرة سهمٌ من سهام إبليس مسمومةٌ.**'' (رواہ الحاکم فی المستدرک، ج:۴،ص:۳۴۹)

ترجمہ: ''بدنگاہی شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے۔''

لہٰذا! ہر مسلمان مرد و خاتون کے لیے ضروری ہے کہ مندرجہ بالا نصوص کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بدنگاہی اور بے حیائی و فساد کے مناظر سے اجتناب کرے، کیا خوب کہا ہے ایک عرب شاعر ابو محمد عبداللہ بن محمد اَندلسی قحطانی نے اپنے قصیدہ نونیہ میں:

وإذا خلوتَ بريبة في ظلمة　　والنفس داعية إلى الطغيان
فاستحي من نظر الإلٰه وقل لها　　إن الذي خلق الظلام يراني

ترجمہ: ''جب تمہیں تنہائی میں کسی تہمت والے کام کا موقع ملے اور تمہاری خواہش تمہیں گناہ کی دعوت دے رہی ہو تو ایسی حالت میں تم اللہ کی غیبی نگاہ سے شرم کرتے ہوئے اپنی خواہش سے کہو کہ جس ذات نے تاریکی پیدا کی ہے، وہ مجھے دیکھ رہی ہے۔''

دوسری بات

اللہ تعالیٰ نے اپنے مسلمان بندوں کو جہاں عبادت کرنے کا حکم دیا ہے، وہاں اُن کے رشتہ داروں اور زیارت کرنے والوں اور خود اُن کی اپنی ذات کے حقوق کو بجالانے کا بھی حکم دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا '' (بے شک مؤمنوں پر مقررہ اوقات میں نماز فرض ہے)، اور فرماتے ہیں: ''وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ '' (اور رشتہ دار کو اس کا حق دو)۔

اور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''**فإن لجسدك عليك حقًا وإن لعينيك عليك حقًا، وإن لزوجك عليك حقًا وإن لزورك عليك حقًا**'' (رواہ البخاری، ج:۱،ص:۲۶۵)

ترجمہ: ''تیرے جسم کا تیرے اوپر حق ہے، اور تیری آنکھوں کا تیرے اوپر حق ہے، اور تیری بیوی کا تیرے اوپر حق ہے، اور تیرے زائرین کا تیرے اوپر حق ہے۔''

لہٰذا ہر مسلمان کے ذمے یہ ضروری ہے کہ ان تمام حقوق کا خیال رکھے اور اپنا نظام الاوقات

اس طرح بنادے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد سب کے سب اپنے اپنے اوقات میں ادا ہوتے رہیں، اور انٹرنیٹ کے بے جا استعمال سے اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرے اور نہ ہی اپنی صحت کو برباد کرے، اس لیے کہ صحت وفراغت اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ہیں، اگرچہ اکثر لوگ اُن کی قدر نہیں کرتے۔ نبی کریم ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث ملاحظہ ہو:

’’عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس: الصحة والفراغ.‘‘ (رواہ البخاری، ج:۲،ص:۹۴۹)

ترجمہ: ’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ کی نعمتوں میں سے دو نعمتیں ایسی ہیں کہ بہت سے لوگ اُن کی ناقدری کرتے ہوئے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک نعمت صحت وتندرستی اور دوسری نعمت فرصت وفراغت ہے۔‘‘

تیسری بات

والدین اور سرپرستوں کے ذمے ضروری ہے کہ اپنی اولاد اور بچوں کو انٹرنیٹ کے نقصانات اور منفی گوشوں سے اچھی طرح آگاہ کریں، اور اُنہیں ان نقصانات سے بچنے کی تلقین کریں، اور خلوتوں میں ان کی سرگرمیوں کی کڑی نگرانی کریں، ان کو اس طرح آزاد ہرگز نہ چھوڑیں کہ وہ جو چاہیں کریں، تاکہ وہ شر وفساد کی خطرناک وادیوں میں ہلاکت سے محفوظ رہیں۔

چوتھی بات

اگر کسی کا اپنے اوپر یہ اعتماد نہیں کہ وہ انٹرنیٹ کے استعمال کی صورت میں اس کے منفی گوشوں سے بچ سکتا ہے تو ایسے شخص کے لیے شریعت کی روشنی میں اس کا استعمال تنہائی میں جائز نہیں، لہٰذا وہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور بوقتِ ضرورت صرف مثبت انداز میں اپنے بزرگوں یا نیک ساتھیوں کی موجودگی میں اُسے استعمال کرے۔ اپنے اس مضمون کے آخر میں شاعرِ مشرق علامہ اقبال مرحوم کا ایک شعر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں اور بالخصوص ان کی نئی نسل کو اپنے دین پر استقامت عطا فرماتے ہوئے دشمنانِ اسلام کے پھندوں اور شیطان کے فریبوں سے محفوظ فرمائے۔

وصلّی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

..... ❀ ..... ❀ ..... ❀ .....

عزت وکامرانی کے اسباب!

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

عام طور سے دنیا میں مال ودولت سے عزت آتی ہے اور حکومت سے امن وچین نصیب ہوتا ہے، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج عرب اسلامی ممالک میں جو مال ودولت کی فراوانی ہے، غیر اسلامی حکومتیں اس کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھیں، لیکن باوجود اس مال ودولت کے وہ عزت وطاقت سے محروم ہیں، وہ خوف زدہ وذلیل ہیں، ہر وقت اعداء اسلام کا خوف دامن گیر رہتا ہے، کسی کو امریکہ کا خوف ودبدبہ کھائے جارہا ہے اور کسی کو روسیاہ روس کی یلغار کا خطرہ لاحق ہے۔ یہ سب کچھ نتیجہ ہے اس بات کا کہ مسلمانوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے منقطع ہوگیا، دنیا اور دنیا کے مال ودولت کو کعبہ مقصود بنالیا، نہ اسلام کی صحیح ہمدردی ہے، نہ اسلام کی صحیح خدمت ہے، عیش وعشرت کی زندگی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ مٹھی بھر اسرائیل کا خطرہ وبالِ جان بنا ہوا ہے۔ یہ مانا کہ اسرائیل' امریکہ کی دولت وایٹمی قوت اور برطانیہ کی سیاست وحکومت کے زیرِسایہ زندگی بسر کررہا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت وعزت وجبروت کے سامنے ان دنیا والوں کی طاقت وقوت کی کیا حیثیت ہے؟! اگر مسلمانوں کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے قوی ہوجائے اور ربانی ہدایات وارشادات: ''وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ'' پر عمل کریں تو دنیا میں سب سے باعزت قوم مسلمان ہوگی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا:

''یا أباعبیدة! اذا طلبتَ العزةَ باللّٰہ أعزک اللّٰہ، وإذا طلبتَ العزةَ بغیر اللّٰہ أذلک اللّٰہ۔''

(البدایۃ والنہایۃ، فتح بیت المقدس علی یدی عمر بن الخطاب، ج:۷،ص:۶۰، ط:مکتبۃ المعارف، بیروت)

''اے ابوعبیدہ! جب تم اللہ تعالیٰ سے عزت کے طالب ہوگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عزت دیں گے اور جب غیر اللہ سے عزت چاہوگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کردیں گے۔''

یہ وہی ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہیں جن سے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کلنا قد غیرته الدنیا إلا أنت یا أبا عبیدة!'' (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃؓ، ج:۶،ص:۲۰۲، ط:دارالکتب العلمیۃ)

’’اس دنیا نے ہم سب کو بدل دیا ہے، مگر ایک آپ ہیں اے ابوعبیدہ!۔‘‘

میں تو سمجھتا ہوں کہ ہماری دنیا کی کامرانی وکامیابی کے دو پختہ اصول ہیں:

۱:......ظاہری مطلوبہ اسباب کی فراہمی میں پوری جدوجہد کر کے توکل واعتماد صرف حق تعالیٰ کی ذات پر ہو، اسباب پر مدار نہ ہو: ’’وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔‘‘ (ابراہیم:۱۱) ’’صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر مسلمانوں کا توکل وبھروسہ ہو۔‘‘

۲:......اصلاحِ اُمت کے لیے وہی قدیم ترین آسمانی نسخہ استعمال کریں جس سے اس اُمت کی پہلے اصلاح ہوئی تھی: ’’لن يصلح آخرَ هٰذه الأمة إلا ما أصلح أولَها۔‘‘

پاکستانی مسلمان من حیث القوم توبہ واستغفار کریں اور جتنا دین پر چلنا ان کے قبضہ وقدرت میں ہے، اس پر صحیح طریقے سے عمل کریں، نمازیں پڑھیں، حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں، تمام منکرات سے خود بچیں اور دوسروں کو بچانے کی کوشش کریں۔ الغرض خود معروفاتِ شرعیہ پر عمل کریں، دوسروں کو عمل کرنے کی تلقین کریں، منکرات سے بچیں، اوروں کو منکرات سے بچانے کی سعی کریں۔ سورۃ العصر میں حق تعالیٰ نے ان چار باتوں کا حکم دیا ہے، اس میں تقصیر نہ کریں، اگر ایسا ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ! بہت جلد نقشہ بدل جائے گا اور مایوس کن حالات ختم ہوجائیں گے، بفضلہٖ تعالیٰ۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ راقم الحروف کے نام ایک تازہ گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

> ’’آپ کے یہاں کے حالات کے لیے دعاؤں میں بہت اہتمام کر رہا ہوں اور کرا رہا ہوں، ایک آدھ دن کو آس کی خبر سنتا ہوں تو دو دن یاس اور نااُمیدی کی۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے پاکستان کے حال پر رحم فرمائے۔ کتنی امیدوں اور دعاؤں کے ساتھ پاکستان بنا تھا اور حضرت مدنی جیسے حضرات نور اللہ مرقدہم اکابر کی زبان سے کئی دفعہ خود میں نے یہ فقرہ سنا کہ ابتداء میں تو ہم مخالف تھے اور ہماری رائے کے خلاف بنا، لیکن جب بن گیا تو اب اس کی سلامتی اور ان اُمیدوں کے پورا ہونے کے لیے دل سے دعا کرتے ہیں، جن اُمیدوں پر یہ قائم کیا گیا۔ حضرت مدنیؒ سے تو اس ناکارہ نے کئی دفعہ اس قسم کی دعائیں سنیں اور حضرت رائپوریؒ سے بھی اور دیگر اکابر سے بھی جو ابتداء مخالف تھے، اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم اور رحم سے اُن امیدوں کو پورا کرے جو اس سے وابستہ تھیں۔‘‘

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

بھائی چارہ اور اُخوتِ اسلامی

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہٗ

قرآن کریم نے ایمان والوں کو بھائی سے تعبیر فرمایا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

’’إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَۃٌ۔‘‘ (الحجرات:۱۰)

ترجمہ: ’’مسلمان آپس میں ایک دُوسرے کے بھائی ہیں ۔‘‘

نبی اکرم ﷺ نے اخوتِ اسلامیہ اور اُس کے حقوق کے بارے میں ارشاد فرمایا:

’’اَلْمُسْلِمُ أَخُوْ الْمُسلِمِ، لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ، وَلَا یَحْقِرُہٗ. اَلتَّقْوٰی ھَاھُنَا وَیُشِیْرُ إِلٰی صَدْرِہٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ یَّحْقِرَ أَخَاہُ الْمُسلِمَ، کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُہٗ، وَمَالُہٗ، وَعِرْضُہٗ.‘‘ (صحیح مسلم، ج:۲،ص:۳۱۷، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ)

ترجمہ: ’’مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اُس پر خود ظلم کرتا ہے اور نہ اُسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اُسے حقیر جانتا ہے ۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے قلب مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار یہ الفاظ فرمائے: تقویٰ کی جگہ یہ ہے ۔ کسی شخص کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے ۔ ہر مسلمان پر دُوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے ۔‘‘

گویا کہ اُخوت ومحبت کی بنیاد ایمان اور اسلام ہے، یعنی سب کا ایک رب، ایک رسول، ایک کتاب، ایک قبلہ اور ایک دین ہے جو کہ دینِ اسلام ہے ۔

نبی ﷺ نے اسی ایمان وتقویٰ کو فضیلت کی بنیاد بھی قرار دیا ہے اور یہ بتلا دیا کہ انسان رنگ و نسل اور قوم وقبیلہ کے اعتبار سے نہیں، بلکہ ایمان اور تقویٰ جیسی اعلیٰ صفات سے دوسروں پر فوقیت حاصل کرتا ہے اور قوم و قبیلے صرف تعارف اور جان پہچان کے لیے ہیں، ارشادِ خداوندی ہے:

’’یٰٓأَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّأُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰکُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔‘‘ (الحجرات:۱۳)

ترجمہ: ’’اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف شاخیں اور مختلف قبیلے بنایا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، اُس کے نزدیک تو تم میں سب سے بڑا عزت والا وہ ہے جو تم سب میں بڑا پرہیزگار ہے، بے شک اللہ سب کو جانتا ہے اور سب کے حال سے باخبر ہے۔‘‘

مندرجہ بالا آیات واحادیث سے واضح ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے اُخوت کی بنیاد اسلام اور ایمان کو قرار دیا، کیوں کہ ایمان کی بنیاد مضبوط اور دائمی ہے، لہٰذا اس بنیاد پر قائم ہونے والی اُخوت کی عمارت بھی مضبوط اور دائمی ہوگی۔

اسلام ایک عالمی دین ہے اور اُس کے ماننے والے عرب ہوں یا عجم، گورے ہوں یا کالے، کسی قوم یا قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں، مختلف زبانیں بولنے والے ہوں، سب بھائی بھائی ہیں اور اُن کی اس اُخوت کی بنیاد ہی ایمانی رشتہ ہے اور اس کے بالمقابل دُوسری جتنی اُخوت کی بنیادیں ہیں، سب کمزور ہیں اور اُن کا دائرہ نہایت محدود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی اور سنہری دور میں جب بھی ان بنیادوں کا آپس میں تقابل وتصادم ہوا تو اُخوتِ اسلامیہ کی بنیاد ہمیشہ غالب رہی۔

آج بھی مشرق ومغرب اور دُنیا کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے مسلمان جب موسم حج میں سرزمین مقدس حرمین شریفین میں جمع ہوتے ہیں تو ایک دُوسرے سے اس گرم جوشی سے ملتے ہیں جیسے برسوں سے ایک دُوسرے کو جانتے ہوں، بلکہ بعضوں کو اس مسرت سے روتے ہوئے دیکھا جاتا ہے کہ حیرانی ہوتی ہے، حالاں کہ اُن کی زبانیں، اُن کے رنگ اور اُن کی عادات مختلف ہوتی ہیں، لیکن اس سب کے باوجود جو چیز اُن کے دلوں کو مضبوطی سے جوڑے ہوئے ہے، وہ ایمان اور اسلام کی مضبوط رسی ہے۔

اُمت میں اُخوتِ اسلامی پیدا کرنے کے لیے محبت، اخلاص، وحدت اور خیرخواہی جیسی صفات لازمی ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی نعمت شمار ہوتی ہیں۔ قرآن کریم نے اس صفت کو بطور نعمت ذکر فرمایا ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

’’وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ إِذْ کُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ إِخْوَانًا.‘‘ (آل عمران:۱۰۳)

ترجمہ: ’’اور اس کے اس احسان کو یاد کرو جو اُس نے تم پر کیا ہے جب کہ تم آپس میں ایک دُوسرے کے سخت دُشمن تھے، پھر اُس نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کردی، تم اُس کے

فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔‘‘

نبی کریم ﷺ نے ایمان والوں کے آپس کے تعلقات اور اُخوت ومحبت کو ایک جسم کے مختلف اعضاء سے تشبیہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

’’مثل المؤمنين في توادهم و تراحمهم و تعاطفهم كمثل الجسد إذا اشتكى عضوا تداعى له سائر جسده بالسهر والحمى.‘‘ (صحیح البخاری، ج:۲،ص:۸۸۸،حدیث:۶۰۳۶، باب رحمۃ الناس والبہائم)

ترجمہ: ’’ایمان والوں کی آپس کی محبت، رحم دلی اور شفقت کی مثال ایک انسانی جسم جیسی ہے کہ اگر جسم کا کوئی حصہ تکلیف میں مبتلا ہوجاتا ہے تو (وہ تکلیف صرف اُسی حصہ میں منحصر نہیں رہتی، بلکہ اُس سے) پورا جسم متأثر ہوتا ہے، پورا جسم جاگتا ہے اور بخار و بے خوابی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔‘‘

مسلمان دُنیا کے کسی خطۂ زمین میں آباد ہوں‘ وہ اُمتِ اسلامیہ کا ایک جزو ہیں۔ اگر وہ آرام و سکون کی زندگی بسر کررہے ہیں تو پوری اُمت پُرسکون ہوگی اور اگر وہ کسی مصیبت یا ظلم کا شکار ہیں تو اُن کی تکلیف سے پوری اُمت بے چین اور تکلیف میں ہوگی اور اس صورت میں لازماً وہ اس کے ازالہ کی فکر کرے گی اور اُس کے لیے ہرممکن وسائل اختیار کرے گی۔

اُمت کا اتحاد اور اُخوت کا یہ رشتہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو بہت عزیز ہے، اسی لیے قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ میں جابجا اُس پر بہت زور دیا گیا ہے اور اختلافات اور تفریق سے روکا گیا ہے۔ اسلام نے اس اُخوت کو قائم رکھنے اور اسے مضبوط سے مضبوط تر بنانے کا حکم دیا ہے اور ایسے تمام اسباب اور تصرفات سے روکا ہے جو اُسے نقصان پہنچا سکتے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ’’وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا.‘‘ (آلِ عمران:۱۰۳) ترجمہ: ’’اور مضبوط پکڑو اللہ کی رسی کو سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو۔‘‘

اُمت کے اتحاد اور اُخوت کے رشتہ کو مضبوط رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ کی رسی یعنی قرآن مجید اور اُس کی تعلیمات کو مضبوطی سے پکڑیں، وہ تعلیمات جنہیں نبی کریم ﷺ نے اپنے قول وعمل سے اُمت کے سامنے پیش فرمایا ہے، اُس پر ایمان لائیں اور اُس کی ہدایات پر چلیں اور نبی کریم ﷺ کی سنت اور سلف صالحین کے راستہ پر چلیں، یہی کامیابی کا راستہ ہے اور اسی سے اُمت میں اتحاد اور اُخوت کا رشتہ مضبوط ہوگا۔

یہ رسی ٹوٹ تو نہیں سکتی، ہاں! چھوٹ سکتی ہے، اگر سب مل کر اس کو پوری قوت سے پکڑے رہیں گے تو کوئی شیطان شرانگیزی میں کامیاب نہ ہوسکے گا اور انفرادی زندگی کی طرح مسلم قوم کی اجتماعی

قوت بھی غیر متزلزل اور نا قابلِ اختلاف ہو جائے گی۔ قرآن کریم سے تمسک کرنا ہی وہ چیز ہے جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہوتی ہیں اور ایک مردہ قوم نئی زندگی حاصل کرتی ہے۔

اُمتِ اسلامیہ کا اتحاد اور اُخوت یہ وہ عظیم قوت ہے جس سے اعداء اسلام ہمیشہ خائف رہتے ہیں اور اس قوت کو کم زور کرنے کے لیے سازشیں کرتے ہیں۔ گویا اُخوتِ اسلامی کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان دُوسرے مسلمان بھائی کے غم، دُکھ اور خوشی میں برابر کا شریک ہو، چاہے وہ مسلمان مشرق کا رہنے والا ہو یا مغرب کا۔

اُخوتِ اسلامی کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان دُوسرے مسلمان بھائی کا خیر خواہ ہو، جو بھلائی وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے، وہی اپنے بھائی کے لیے بھی پسند کرے اور جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے، وہ اپنے بھائی کے لیے بھی ناپسند کرے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''**لایؤمن أحدُکم حتی یحب لأخیہ مایحب لنفسہ۔**'' (صحیح البخاری، ج:۱،ص:۶، حدیث:۱۳)

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

ایک دوسری روایت میں تو آپ ﷺ نے مسلمان بھائی کی ایذاء رسانی کو ایمان کے منافی قرار دیا ہے، آپ ﷺ نے تین بار قسم کھا کر فرمایا: بخدا وہ شخص مؤمن نہیں جس کے شر سے اُس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔

اُخوتِ اسلامی کو مضبوط کرنے کے لیے ایک اہم وسیلہ آپس میں محبت کے ساتھ ملنا ملانا اور ایک دُوسرے کو دُعاء وسلام دینا بھی ہے، جس سے دل صاف ہوتے ہیں اور محبت بڑھ کر اُخوتِ اسلامی میں قوت کا ذریعہ بنتی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''**لن تدخلوا الجنۃ حتی تؤمنوا ولن تؤمنوا حتی تحابوا أَوَ لا أدلکم علی شئی لو فعلتموہ تحاببتم ، أفشوا السلامَ بینکم۔**'' (صحیح مسلم، ج:۱،ص:۵۴، باب بیان لا یدخل الجنۃ الا المؤمنون)

ترجمہ: ''تم ہرگز جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ۔ اور اُس وقت تک تم ایمان والے نہیں بن سکتے، جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اگر تم اُسے بجالاؤ تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ (پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:) آپس میں کثرت سے سلام پھیلاؤ۔''

بہر حال قرآن کریم نے مسلمانوں کو بھائی بھائی قرار دیا ہے اور اس اُخوت اور محبت کو اللہ کی نعمت قرار دیا ہے اور اس محبت اور اتحاد پر اُن کی قوت اور طاقت کا مدار ہے۔ اس اُخوت کو قائم رکھنا ہر

مسلمان کا فرض ہے اور اُن تمام صفات کو اپنانا جن سے یہ اُخوت کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے، جیسے: خیر خواہی، محبت، اخلاص، ایثار، ملنا ملانا، صلح جوئی اور ایک دُوسرے کو سلام اور دُعاء پیش کرنا وغیرہ۔

لہٰذا اُمت کے زُعماء اور قائدین چاہے وہ سیاسی ہوں یا دینی، اُن کا فرض ہے کہ اُمت کے اس اتحاد اور اُخوت کو مضبوط کریں اور اُس کے اسباب کو ترقی دیں اور اختلاف و انتشار سے اُمت کو دور رکھیں اور اُن اسباب کا ازالہ کریں، جن سے اُمت کے قلوب میں بُعد اور نفرت اور اُس کی صفوں میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح اُمت کے قائدین کا یہ بھی فرض ہے کہ اُمت کے اس اتحاد اور اخوت میں کوئی رسم و رواج رُکاوٹ بن رہے ہوں تو ایسے رُسوم و رواج پر پابندی لگائیں، چاہے اُسے کتنا ہی مذہبی اور تقدس کا رنگ دے دیا گیا ہو، اس لیے کہ ان رُسوم و رواج کے بالمقابل اُمت کی وحدت اور اُخوت ہم سب کو زیادہ عزیز ہونی چاہیے۔ نیز ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اندر صفتِ ایمان پیدا کرے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

’’اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَالْمُھَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ الْخَطَایَا وَالذُّنُوْبَ.‘‘ (صحیح البخاری، ج:۱،ص:۶، باب المسلم من سلم المسلمون)

ترجمہ: ’’کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے مسلمان محفوظ ہوں اور اصلی مہاجر وہ ہے جس نے برائیوں کو چھوڑ دیا ہو۔‘‘

دوسری روایت میں فرمایا: ’’اور قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا، جس کا پڑوسی اُس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔‘‘

اُخوتِ اسلامی کو نقصان پہنچانے والی چیزوں میں ایک دوسرے کو حقیر جاننا اور اس کا مذاق اُڑانا بھی ہے، اس لیے قرآن کریم نے اس سے بھی ایمان والوں کو روکا ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

’’یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔‘‘ (الحجرات:۱۱)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! نہ تو مردوں کی کوئی جماعت دُوسرے مردوں کی کسی جماعت کا مذاق اُڑائے، کیا عجب ہے کہ جو لوگ مذاق اُڑا رہے ہیں اُن سے وہ لوگ بہتر ہوں جن کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے۔ اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے، یہ ممکن ہے کہ جو عورتیں ہنسی اُڑانے والی ہیں، اُن سے وہ عورتیں بہتر ہوں جن کی ہنسی اُڑائی جا رہی ہے اور نہ آپس میں ایک

دُوسرے کو طعنہ دیا کرو اور نہ ایک دُوسرے کو برے لقب سے پکارا کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق کا نام بہت برا ہے اور جو توبہ نہ کریں گے تو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہوں گے۔‘‘

اگر دو مسلمان بھائیوں یا دو مسلمان جماعتوں میں اختلاف اور جھگڑے کی صورت پیدا ہو جائے تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان دونوں میں صلح کرانے کی کوشش کریں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

’’إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ.‘‘ (الحجرات:۱۰)

ترجمہ: ’’ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں، تم اپنے بھائیوں میں صلح کرادیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔‘‘

یعنی صلح اور جنگ کی ہر حالت میں یہ ملحوظ رہے کہ دو بھائیوں کی آپس کی لڑائی ختم ہو کر مصالحت میں بدل جائے، دُشمنوں اور کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا جائے۔ جب دو بھائی آپس میں لڑ پڑیں تو یوں ہی اُن کو اُن کے حال پر نہ چھوڑا جائے، بلکہ اصلاح ذات البین کی پوری کوشش کی جائے اور ایسی کوشش کرتے وقت خدا سے ڈرتے رہو کہ کسی کی بے جا طرف داری یا انتقامی جذبہ سے کام لینے کی نوبت نہ آجائے۔ اللہ تعالیٰ اُمتِ اسلامیہ کو بھائی بھائی بننے اور اس اُخوت کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

.....❁.....❁.....❁.....

مکاتیب علامہ محمد زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ

...بنام...مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وترتیب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

(اکیسویں اور آخری قسط)

﴿ مکتوب:...... ۴۱ ﴾

جناب شفیقِ روح، مختصِ فتوح (علمیہ)، علامہ غیور، ماہرِ علم، محقق، سید محمد یوسف بنوری **حفظه الله ورعاه، ووفقه وإيانا لكل ما فيه رضاه، ومتّع الأمة بعلومه الفياضة في خير وعافية، وأطال بقاءه في خير متزايد، وتوفيق متلاحق، آمين بجاه النبي الأمين -صلى الله عليه وسلم-** (اللہ تعالیٰ آنجناب کی حفاظت فرمائے، آپ اور ہمارے لیے اپنی رضامندی والے اُمور کی توفیق ارزاں فرمائے، اُمت کو بخیر وعافیت آپ کے علوم سے مستفید فرمائے اور بڑھتی خیر وبھلائی اور مسلسل توفیق کے ساتھ آپ کو طویل عمر عنایت فرمائے، نبی امین صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے یہ دعائیں قبول فرمائے)

''نصب الراية'' کا نسخہ اور آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ اس پہلو سے مجھے بے انتہا مسرت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آنجناب کو ان اطراف میں اشاعتِ علم کی عظیم توفیق مرحمت فرمائی۔ اللہ سبحانہٗ کے حکم سے آپ جیسا شخص اپنے گراں قدر اخلاص، بلند وبانگ مقاصد، وسعتِ علم، موزونیِ طبع اور خاندانی وجاہت کی بدولت ان علاقوں میں اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشنودی کے مطابق علم کی نشر واشاعت کی بڑی ضمانت ہے، نیز راہِ علم میں خرچ کے سلسلے میں اہلِ خیر کی فیاضی اُن کے لیے دنیا وآخرت میں عزت وافتخار کا پروانہ لکھوائے گی، آپ کی قابلِ تعریف مساعی کی برکت سے اللہ تعالیٰ سے (توفیقِ) مزید کا سوال ہے۔ نہایت احترام سے مبارک دعاؤں کی اُمید کے ساتھ جلیل القدر والد محترم کی دست بوسی کرتا ہوں۔

''فهارس البخاري'' کے متعلق آپ کی تحریر (۱) سے مجھے بے انتہا خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ کا شکر کہ اس کا آپ پر فضل ہے، اور علمِ حدیث کے اسرار ورموز اور ''الجامع الصحيح'' (صحیح بخاری) کی خصوصیات وامتیازات کے حوالے سے آپ کو عظیم علم مرحمت فرمایا، اس قدر وسیع علم اور دریائے علم کی اتھاہ گہرائیوں میں غوطہ زنی پر مسرت وشادمانی سے (چشمِ تصور میں) فضا میں اُڑنے لگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیق اور علمی فیضان سے نوازے۔ (جامعہ میں طلبہ کے) امتحان کے نمونے (بظاہر سوالیہ پرچہ جات یا جوابی کاپیاں) بہت عمدہ ہیں، یونہی اخلاص واختصاص کے ساتھ طلبائے علم کی نشوونما ہوگی۔

''نصب الرأية'' ارسال کرنے پر بے حد شکرگزار ہوں، خرچ کی رقم آپ کے اشارے پر موقوف ہے، جب آپ حکم فرمائیں۔ مجلسِ علمی سے آپ کی مراد ڈابھیل کی مجلس ہے تو مستقبل میں اگر ضرورت پیش آئے تو وہاں کس سے رابطہ کیا جائے؟

''النكت''، ''التأنيب''، ''الترحيب''، ''الإمتاع''، ''اللمحات''، ''الحاوي''، ''الفَرق بين الفِرَق''، علامہ باقلانی کی ''إنصاف'' اور ''العقيدة النظامية'' اور ان جیسی میرے پاس دست یاب کتابیں آپ کے اشارے کی منتظر ہیں، جب حکم فرمائیں میری جانب سے ہدیۃً پیش ہوں گی، البتہ ''نصب الرأية'' کے حساب میں ادلے کا بدلہ ہوگا، اور ان شاء اللہ! مذکورہ کتب کے علاوہ ہوگا۔

آپ کی بابرکت دعاؤں کا متمنی ہوں میرے عزیز تر ومعزز تر بھائی!

آپ کا مخلص بھائی

محمد زاہد کوثری

۱۶ رمضان سنہ ۱۳۷۰ھ

پس نوشت: فاضل استاذ سید ابوالحسن علی ندوی حفظہٗ اللہ (۲) نے ہمیں دوبار شرفِ زیارت (۳) بخشا، اور آپ کے عطر بیز امتیازی اوصاف کے تذکرہ سے ہماری مجلس کو معطر فرمایا، صحت کے (دگرگوں) احوال کی بنا پر سہ بارہ زیارت نہیں کرسکا، موصوف بفضلِ خداوندی باتوفیق مصلح ثابت ہوں گے۔

حواشی

۱:- استاذ رضوان کی ''فهارس البخاري'' پر لکھا گیا یہ تعریفی مقالہ حضرت بنوری رحمہ اللہ کی ''المقدمات البنورية'' (ص: ۱۳۷-۱۴۳) میں چھپ چکا ہے۔

۲:- مولانا ابوالحسن علی بن عبدالحی حسنی ندوی رحمہ اللہ: ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سابقہ رئیس، ماضی قریب کے مشہورِ زمانہ داعی ومفکر، مؤرخ وادیب، اور دسیوں مفید کتب کے مؤلف۔ لکھنؤ کے مضافات میں واقع شہرہ آفاق مقام تکیہ رائے

بریلی میں سنہ ۱۳۳۳ھ میں اس عالم رنگ وبو میں آنکھ کھولی، اور اسی بستی کی مسجد میں ۲۳ رمضان سنہ ۱۴۲۰ھ کو جمعے کے روز اعتکاف کے دوران سفرِ آخرت پر روانہ ہوئے۔ برصغیر کے علمی حلقوں میں مولانا علی میاں سے معروف ہیں، ان کی شخصیت وکردار اور خدمات پر بہت کچھ لکھا گیا، اردو وعربی میں کئی کتب ترتیب دی گئیں، اور بہت سے رسائل نے خاص نمبر شائع کیے، دیکھیے: ''الشيخ أبو الحسن علي الندوي كما عرفته'' شیخ یوسف قرضاوی، ''أبو الحسن علي الحسني الندوي: الإمام المفكر، الداعية الأديب'' ڈاکٹر سید عبدالماجد غوری، موصوف کی حیات میں ہی ان کی شخصیت وخدمات پر سنہ ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء میں ترکی کے صدر مقام استنبول میں ''رابطہ ادبِ اسلامی عالمی'' کی جانب سے ایک اعزازی سیمینار منعقد کیا گیا، اس سیمینار کے مقالات کا مجموعہ بھی کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔

۳:-مولانا علی میاں رحمہ اللہ نے بھی اپنے سفرنامے ''مذكرات سائح في الشرق العربي'' (ص: ۵۷-۵۸ اور ص: ۲۲۱) میں علامہ کوثری رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی ملاقاتوں کا ذکر کیا ہے، اس کتاب کا اردو ترجمہ ''شرقِ اوسط کی ڈائری'' کے نام سے ''مجلسِ تحقیقات ونشریاتِ اسلام لکھنؤ'' سے چھپ کر عام ہو چکا ہے۔

﴿ مکتوب:...... ۴۲ ﴾

جناب مولانا، علامہ، ماہرِ فن، صدر المدرسین، سید محمد یوسف بنوری حفظه الله ورعاه

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بعد سلام! ''نصب الرأية'' موصول ہوگئی تھی، میں نے پشاور کے اس پتے پر آپ کو خط ارسال کیا تھا جو آپ نے پچھلے خط میں لکھا تھا، اور (اس میں) کتاب کی وصولی کی خبر کے ساتھ لکھا تھا کہ آپ کی طلب کا انتظار ہے۔ اس کتاب کی قیمت میرے پاس محفوظ ہے۔ ''فهارس البخاري'' پر آپ کی تحریر میں پاکیزہ جھونکوں سے مسرت ہوئی۔ طلبہ کے امتحان کے حوالے سے آپ کا طریقہ کار بھی عمدہ لگا۔ اُمید تھی کہ آپ نے اپنے والدِ جلیل القدر کو دست بوسی کے ساتھ میرا معطر سلام پہنچایا ہوگا، لیکن اُس خط کی وصولی کی اطلاع پر مشتمل جواب موصول نہیں ہوا۔ بہرکیف یہ خط آپ کے احوال کا اطمینان حاصل کرنے کے ساتھ اس غرض سے بھی لکھ رہا ہوں کہ آپ بلا تاخیر ''نصب الرأية'' کے بدلے اپنی مطلوبہ کتابیں مجھے لکھیے۔ کافی عرصہ پہلے آپ کو ایک پارسل بھیجا تھا، جس میں کچھ رسائل اور امام فخر (الدین) رازیؒ کے (بعض افکار کے) رد میں سراج (الدین) غزنوی ہندیؒ کی کتاب ''الغرة المنيفة'' کے چند نسخے تھے، معلوم نہیں وہ پارسل آپ کو موصول ہوا یا نہیں!؟

برادرم مولانا ابوالوفاء کے حوالے سے مجھے تشویش ہے؛ اس لیے کہ کافی عرصے سے خط وکتابت کا سلسلہ منقطع ہے، ان کے احوال کے متعلق آگاہ کرنے کی اُمید ہے۔ نیز استاذ احمد رضا بجنوری کے بارے بھی کوئی خبر نہیں، ان کی صحت وعافیت کے متعلق بھی لکھیے، میاں خاندان بھی

بخیر و عافیت اور علمی سرگرمیوں میں پیہم مشغول ہوگا۔

دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈو اللہ یار کے اخراجات کے حوالے سے اصحابِ خیر کی فیاضی سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اللہ عز وجل سے دعا ہے کہ آپ کے جملہ اُمور میں برکت ڈالے اور علمی خدمات کے میدان میں اس درجہ کمال و جمال تک رسائی عطا فرمائے، جس کے آپ اور ہم آرزومند ہیں، بفضلہٖ تعالیٰ تمام کاموں میں آپ کا خلوص اس کی ضمانت ہے۔

میرے سردار! استاذِ جلیل! (خطوط کے) جواب میں تاخیر میں میری گرفت نہ کیجیے گا؛ (معروضی) احوال اس سلسلے میں میرے اعذار کو قابلِ قبول ٹھہرائیں گے، لیکن آپ کے حالات سے آگاہی میں انقطاع مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خیر و عافیت کے ساتھ دائمی توفیق وراست روی سے نوازے۔ قبولیت کے مواقع کی نیک دعاؤں میں مجھے فراموش نہ کیجیے!

مخلص

محمد زاہد کوثری

ذیقعدہ سنہ ۱۳۷۰ھ

شارع عباسیہ نمبر: ۱۰۴، قاہرہ

﴿ مکتوب: ...... ۴۳ ﴾

جناب صاحبِ فضیلت، اخلاقِ جمیلہ سے مزیّن، علامہ ماہر، سید محمد یوسف بنوری **حفظه الله ورعاه، ونفع بعلومه الأمة، وأبقاه في خير وعافية** (اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے، آپ کے علوم سے اُمت کو فائدہ پہنچائے، اور خیر و عافیت کے ساتھ طویل عمر عنایت فرمائے)

وعلیکم سلام اللہ ورحمتہ

بعد سلام! آپ کا آخری گرامی نامہ موصول ہوا، جواب میں تاخیر کا باعث یہ ہوا کہ احباب کی بہتیری تلاش و کھوج کرید کے باوجود طبعات کی قدامت اور بازار میں نسخوں کی کمیابی کی بنا پر آپ کی مطلوبہ کتب ملنے میں تاخیر ہوئی۔

میرے پاس آپ کے ایک سو نوے (۱۹۰) مصری قرش (مصری کرنسی) امانت ہیں، آپ نے ''**الریاض النضرة**'' کے دو نسخے اور ''**بداية المجتهد**''، ''**التبصير**''، ''**الإنصاف**''، اور ''**الأسماء والصفات**'' کا ایک ایک نسخہ طلب کیا تھا، ہم کافی تگ و دو کے بعد ''**الریاض**'' کا صرف

ایک مستعمل نسخہ پچاس قرش میں حاصل کر پائے، ''التبصیر'' (کتب فروشوں کے ہاں) ختم ہو چکی ہے، بمشکل تیس قرش کا ایک نسخہ حاصل ہوا، ''الإنصاف'' بھی تیس میں ملی، ''بدایة المجتهد'' چالیس کی اور ''الأسماء والصفات'' پچیس کی دست یاب ہوئی، یوں مجموعی رقم (۱۸۵) قرش بنتی ہے۔ ایکسپورٹ دفتر کو رجسٹری ڈاک کے ستر (۷۰) قرش دیئے، اس طرح میرے پاس موجود آپ کی رقم سے پینسٹھ (۶۵) قرش کا اضافی خرچ ہوا، یہ (اضافی رقم) میری طرف سے ہدیہ ہے۔ تفسیرِ قرطبی کے اجزاء لگ بھگ بیس برس پہلے چھپے تھے، اس کے مطلوبہ حصوں کا حصول نہایت مشکل ہے، ممکن ہے کچھ انتظار کے بعد کتاب کا کامل نسخہ پندرہ (۱۵) مصری گنیوں سے زیادہ میں دست یاب ہو جائے۔ باقی ڈاک خرچ کا تو آپ کو علم ہے ہی کہ دگنا ہے۔ اپنی صحت کی (دگرگوں) حالت اور احوال کی ناموافقت کی بنا پر آپ کی اس فرمائش کو پورا کرنا میرے لیے آسان نہیں، چاہت ہے کہ (اس کتاب کو مہیا کرنے کے سلسلے میں) آپ مجھے معذور جانیں، جان خلاصی یا کاہلی وسستی کی بنا پر نہیں کہہ رہا۔

''نصب الرأية'' کو وہاں (مجلسِ علمی، ڈابھیل، انڈیا) سے طلب کرنے کی وجہ بیان کرنے کا شکریہ، اب میں (حصولِ کتب کی خاطر) طلبائے علم کے لیے واسطہ بننا نہیں چاہتا، اس میں مجھے بہت مشقت ہو جاتی ہے۔

ہمیشہ آپ سے یہ آرزو رہتی ہے کہ اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہیں کریں گے، بینائی کی کمزوری اور عمومی طور پر ناسازیِ صحت کی بنا پر دو سال سے گھر سے باہر نہیں نکل پاتا، محض جمعہ کے لیے پڑوس میں واقع جامع مسجد تک بمشکل جاتا ہوں۔

خواہش ہے کہ وقتاً فوقتاً اپنی علمی خبروں کے حوالے سے بخل نہ فرمائیں گے؛ یوں مجھے انشراحِ صدر حاصل ہو جاتا (اور طبیعت کھل جاتی) ہے، مزید برآں جواب نہ لکھ سکوں تو میرا مواخذہ نہ فرمائیے گا۔ والدِ جلیل کی دست بوسی کرتا ہوں اور ان کی بابرکت دعاؤں کا متمنی ہوں۔ معزز میاں خاندان کو صدمہ پہنچنے سے مجھے تکلیف ہوئی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی غموں کو دور کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علمی خدمات کی خاطر آپ کو توفیق اور راست روی کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائے۔

مخلص

محمد زاہد کوثری

ذوالحجہ سنہ ۱۳۷۰ھ

شارع عباسیہ نمبر: ۱۰۴، قاہرہ

پس نوشت: تین روز قبل کتابیں روانہ کر دی گئی ہیں۔

مکہ کے استاذ محمود حافظ کا مصر آنا ہوا تھا، موصوف نے میرے بارے دریافت کیا اور ان کا نمائندہ میرے گھر کا پتہ معلوم کرنے بھی آیا، لیکن وہ خود تشریف نہیں لائے، شاید انہیں اچانک (واپسی کا) سفر پیش آ گیا۔

﴿ مکتوب: ...... ۴۴ ﴾

جناب مولانا، علامہ یگانہ، محدثِ بے نظیر، سید محمد یوسف بنوری **حفظه الله ورعاه وأطال بقائه في خير وعافية، ونفع بعلومه المستفيضين بمنه وكرمه** (اللہ تعالیٰ آنجناب کی حفاظت فرمائے، خیر وعافیت کے ساتھ طویل عمر مرحمت فرمائے، اور اپنے کرم واحسان کی بدولت آپ کے علوم سے مستفیدین کو فائدہ پہنچائے)

وعلیکم سلام اللہ ورحمتہ وبرکاتہ

بعد سلام! آپ کا آخری والا نامہ وصول پایا، جس نے رقت وحوصلہ مندی اور ہر نوع کے فضل وکمال کا فیضان بخشا، دل ہی دل میں خیال آیا کہ کاش! میں (پچھلے خطوط میں) اپنے عام حالات ذکر نہ کرتا، یوں میں نے اپنے روحانی بھائی کو بے قرار کر دیا، لیکن کیا کروں؟ احوال اس لیے بیان کیے، تاکہ آپ میری کوتاہیوں پر مجھے معذور جانیں، اپنے حالات کے تذکرہ سے میرا مقصد آپ کو تکلیف دینا ہرگز نہ تھا، بہرکیف میں تو اللہ کی اَن گنت نعمتوں میں لوٹ پوٹ ہو رہا ہوں، لیکن عادتِ خداوندی جاری ہے کہ جسے لمبی عمر عنایت فرمائیں تو آخر عمر میں دوبارہ طفولیت کی جانب لوٹا دیتے ہیں، اور عادتِ الٰہیہ سے کوئی مفر نہیں۔

میری انتہائی آرزو تھی کہ کاش! آنجناب کی بعض خواہشات کی تکمیل میں تعاون کر سکتا۔ ''**نصب الرأية**'' کے نسخے موصول ہو چکے اور آپ کی خواہش پر میں نے انہیں ہدیتاً قبول کر لیا، اس کے برخلاف کر بھی نہیں سکتا تھا؛ سب جانتے ہیں کہ خاندانِ نبوت ہدایا میں کبھی بھی رجوع نہیں کرتے۔ امام علی زین العابدین -رضی اللہ عنہ- کی نسل کے شریف النسب ومعزز فرد کی جانب سے ملنے والے ایک قیمتی ہدیہ کا اُسے قبول کر کے شکریہ ادا کرنے کے سوا کوئی بدلہ نہیں ہوسکتا، اگرچہ میں فرزدق کے مقام کو کسی بھی طرح نہیں پہنچ سکتا، [1] آپ کے قریبی دادا عارف باللہ مولانا آدم بنوری ہیں، جن کی بے پناہ سخاوت کی خبریں (روئے زمین کے) مختلف خطوں میں بکھری ہوئی ہیں۔ بہرکیف اللہ کی توفیق سے میں ان کتب کو ایسے مصارف میں صرف کروں گا جو آپ کے لیے آخرت میں بہت عظیم اجر وثواب کا باعث ہو۔

میری (صحت کی) جانب سے مطمئن رہیے؛ مقدّر رات تو ہو کر رہیں گے، اور ان پر راضی رہنا چاہیے، میری لیے حسنِ خاتمہ کی دعا نہ بھولیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر وعافیت امت کی (صلاح وفلاح کی) خاطر زندگی بخشے کہ آپ علومِ اسلامیہ کی خدمات اور علمائے مخلصین کی تربیت میں باتوفیق رہیں۔ وعلیکم سلام اللہ ورحمتہ وبرکاتہ

آپ کا مخلص بھائی

محمد زاہد کوثری

۲۰ محرم سنہ ۱۳۷۱ھ

شارع عباسیہ نمبر: ۱۰۴، قاہرہ

پس نوشت: والدِ جلیل القدر کے مبارک ہاتھوں کے بوسے کے ساتھ ان کی دعاؤں کا متمنی ہوں، عزیز احباب کو میرا اسلام، خط وکتابت میں کوتاہی ہو تو ان شاء اللہ! آپ مجھے معذور جانیں گے۔

حاشیہ

۱:-عربی کے معروف شاعر فرزدق نے امام علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں مشہور قصیدہ کہا تھا، جس کا مطلع یوں ہے:

هٰذا الذی تعرف البطحاء وطأتهٔ

والبیت یعرفهٔ والحِلّ والحرم

''یہ وہ شخصیت ہے جس کے قدموں کی داب (اور چاپ) سے وادیِ بطحا بھی آشنا ہے، اور خانۂ خدا، حل وحرم سبھی ان سے واقف ہیں۔''

علامہ موصوف کے پیشِ نظر جملے سے اسی قصیدے کی جانب اشارہ ہے۔

مکتوب:...... ۴۵

مولانا، علامہ سید محمد یوسف بنوری حفظہ اللّٰہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جامعہ اسلامیہ (ٹنڈو اللہ یار) اور ڈابھیل میں آپ کے فاضل دوستوں، مولانا محدث عبدالرؤوف، مولانا محدث عبدالرشید نعمانی اور مولانا ابوالوفاء کے فاضل احباب- حفظہم اللہ- سبھی کو سلام!

بعد سلام! اشاعتِ علم کی جس راہ پر آپ گامزن ہیں، اس میں آپ کے لیے توفیق وراست روی کا متمنی ہوں، توقع ہے کہ خط وکتابت کا سلسلہ منقطع ہونے پر مجھے معذور جانیں گے۔ آپریشن کے بعد بینائی میرا ساتھ نہیں دے رہی۔ اللہ کا شکر ہے کہ ایسا نور (علم) مرحمت فرمایا جو اس راہ میں ہمارا

رہبر ہے، مجھ پر یکے بعد دیگرے امراض (کے حملے) جاری ہیں، جن کی مزید وضاحت کا احباب کو پریشان کرنے کے سوا کوئی باعث نہیں۔ خوشی وتکلیف (ہر حال) میں اللہ جل جلالہ ہی کا شکر ادا کیا جانا چاہیے، اور آپ سے حسنِ خاتمہ کی دعاؤں کا امیدوار ہوں۔

گزشتہ روز احباب نے (تفسیرِ) قرطبی کے بقیہ حصے بھی مکمل کردیئے، جو بذریعہ ڈاک اپنی طرف سے ہدیۃً روانہ کردیئے ہیں، اُمید ہے برادرانہ انداز میں بلاہچکچاہٹ قبول فرمائیں گے۔

میری صحت کا عمومی انحطاط آپ اور مولانا ابوالوفاء کو (خطوط کا) جواب دینے میں مانع ہے۔ بہرحال ہر ابتداء کی کوئی انتہا ہوا کرتی ہے، میری روح ہر خیر وبھلائی کی دعا گو رہتے ہوئے آپ کے ساتھ ہے۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا بھائی
محمد زاہد کوثری
جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۷۱ھ
شارع عباسیہ نمبر: ۱۰۴، قاہرہ

حاشیہ

۱:- مولانا محمد عبدالرشید بن محمد عبدالرحیم بن محمد بخش نعمانی رحمۃ اللہ علیہ: نسبی اعتبار سے راجپوت تھے، ۱۳۳۳ھ میں ہندوستان میں جے پور (راجستھان) میں ولادت ہوئی، وہیں پلے بڑھے، تقسیم کے بعد پاکستان کی جانب ہجرت کرکے کراچی میں فروکش ہوئے، امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت میں اپنے نام کے ساتھ نعمانی کی نسبت اختیار فرمارکھی تھی۔ مولانا حیدر حسن خان ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے اور ان سے خوب مستفید ہوئے۔ ان کے بھائی مولانا محمود حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وتصنیفی کاموں میں بھی ہاتھ بٹایا۔ ماضی قریب میں ہندوپاک کے کبار محدثین میں شمار ہوتے تھے۔

والدمحترم حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گہرا تعلق تھا، اسی بنا پر ایک عرصے تک ہماری جامعہ کے شعبہ تخصص فی علوم الحدیث کے نگران رہے۔ ''لغات القرآن (اردو)''، ''الإمام ابن ماجة و کتابه السنن'' اور ''مکانة الإمام أبی حنیفةؒ فی الحدیث'' جیسی معروف ومشہور کتابیں تالیف کیں۔ بروز جمعرات ۲۹ جمادی الثانیہ سنہ ۱۴۲۰ھ کو کراچی میں ہی سفرِ آخرت پر روانہ ہوئے۔

دیکھیے: شخصیات وتاثرات، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ۔ نقوشِ رفتگاں، مفتی محمد تقی عثمانی اور ''الإمام ابن ماجةؒ و کتابه السنن'' پر شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ کا مقدمہ، ص: ۱۵-۱۹۔ (انتہٰی)

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....

چند ناجائز معاملات!

مفتی عبدالرؤف سکھروی
اُستاذِ حدیث دارالعلوم کراچی

ہمارے دین کا ایک اہم حصہ اور شعبہ معاملات کا ہے، ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس کے سارے معاملات جیسے: خرید وفروخت، کرایہ پر دینا اور لینا اور کھیتی باڑی کرنا وغیرہ سب شریعت کے مطابق جائز اور درست ہوں، تاکہ حلال روزی ملے۔حرام اور ناجائز معاملات سے بچنا ضروری ہے۔ ذیل میں چند ناجائز معاملات لکھے جارہے ہیں، جو آج کل ہمارے بازاروں اور مارکیٹوں میں رائج ہیں، یہ سراسر گناہ ہیں، اُنہیں پڑھیں، سنیں اور بچیں!

سود کا لین ودین کرنا حرام ہے

ہمارے کاروبار اور معاملات میں درج ذیل معاملات سودی ہیں جو حرام وناجائز ہیں، ان سے بچنا واجب ہے:

۱:- سودی بینک میں سیونگ اکاؤنٹ یا فکسڈ ڈیپازٹ میں رقم رکھوا کر نفع لینا۔

۲:-ذاتی ضرورت یا تجارتی مقاصد کے لیے بینک سے یا کسی ادارہ/شخص سے سودی قرض لینا۔

۳:-سودی بینک سے گاڑی لیز پر لینا۔

۴:-لائف انشورنس یعنی زندگی کی بیمہ پالیسی لینا،(Life insurance)۔

۵:- آڑھتیوں کا کسانوں/ زمینداروں کو قرض دے کر اُن کی پیداوار اپنے پاس لانے اور اپنے ذریعہ فروخت کرانے کا پابند بنانا اور مارکیٹ ویلیو سے زیادہ کمیشن لینا۔

۶:-سیکورٹی کے لیے کسی کے پاس رہن یعنی گروی رکھی ہوئی چیز سے فائدہ حاصل کرنا اور اُسے استعمال کرنا، اگرچہ مالک یعنی سیکورٹی رکھوانے والے کی طرف سے اجازت ہو، تب بھی استعمال کرنا جائز نہیں۔

۷:- مکان یا دکان کی ایڈوانس کی رقم عام معمول سے زیادہ لے کر یا دے کر مکان یا دکان کا معمول سے کم کرایہ لینا اور دینا۔

۸:- موبائل اکاؤنٹ میں مخصوص بیلنس رکھ کر فری منٹس، فری ایس ایم ایس اور مفت انٹرنیٹ کی سہولت لینا۔

۹:-قسطوں پر خرید وفروخت کے معاملہ میں بروقت ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں جرمانہ/ سرچارج دینا اور لینا۔

۱۰:-کسی کو اس کی ذاتی ضرورت یا تجارتی مقصد کے لیے رقم اس طرح قرض دینا کہ اصل رقم بھی محفوظ رہے اور اس پر معین نفع بھی ملتا رہے۔ یہ حرام اور سودی معاملہ ہے جس سے بچنا واجب ہے۔

رشوت لینا اور دینا حرام ہے

ہمارے معاملات میں درج ذیل صورتیں رشوت کی ہیں اور رشوت لینا دینا حرام ہے، جس سے بچنا واجب ہے۔

۱:- عام حالات میں رشوت دے کر نوکری حاصل کرنا۔

۲:-سرکاری ملازمین کا مثلاً شناختی کارڈ یا پاسپورٹ آفس وغیرہ میں اپنی ذمہ داری کا کام کرنے پر لوگوں سے پیسوں کا مطالبہ کرنا اور بغیر پیسہ لیے کام نہ کرنا یا بہت دیر لگانا اور پیسے لے کر کام جلدی کرنا۔

۳:- عصری تعلیمی اداروں میں امتحان میں نقل کرنے کے لیے پیسے دینا۔

۴:-امتحان میں پاس ہونے کے لیے پرچوں کی چیکنگ کے دفتر میں پیسے دے کر اچھے نمبر لگوانا۔

۵:- پلاٹ پر خلافِ قانون تعمیر کی منظوری کے لیے حکومت کے لوگوں کو پیسے دے کر بلڈنگ یا گھر وغیرہ بنانا۔

۶:- بعض سرکاری اداروں میں ملازمین کا ایک جگہ سے دوسری جگہ یا ایک یونٹ سے دوسرے یونٹ ٹرانسفر ہونے سے بچنے کے لیے اپنے سینئر افسروں کو پیسے دینا۔

۷:-ادارہ سے خلافِ ضابطہ جلدی چھٹی کے لیے سینئر آفیسر کو پیسے دینا اور خلافِ ضابطہ کام کروانا۔

۸:- پرچیز آفیسر اور منیجر کا مال کی خریداری کا آرڈر دینے کے لیے رقم لینا اور سپلائیر کا آرڈر لینے کے لیے اُسے رقم دینا۔

۹:- غیر قانونی طریقہ سے حج وعمرہ ادا کرنے کے لیے مثلاً وزٹ ویزہ، بزنس ویزہ اور تعلیمی ویزہ پر جا کر حج وعمرہ کرنے کے لیے رشوت دینا۔

۱۰: - مکان یا دکان کسی کو دیتے وقت پگڑی کی رقم لینا اور مالک کا رسید بدلائی کے نام سے کچھ رقم لینا۔

کاروبار اور ملازمت میں جھوٹ بولنا، خیانت کرنا اور دھوکہ دینا حرام ہے

آج کل ہمارے کاروبار اور ملازمتوں میں جھوٹ، دھوکہ اور خیانت کا گناہ عام ہے، ذیل میں اس کی چند معروف صورتیں لکھی گئی ہیں، ان سے بچنا واجب ہے:

۱: - اوپر اچھا مال رکھ کر نیچے گھٹیا مال رکھنا اور پورے عمدہ مال کے برابر قیمت لے کر مال بیچنا، جیسے آم کی پیٹی میں اوپر بڑے اور اچھے آم رکھنا اور نیچے چھوٹے اور خراب آم رکھ کر بیچنا۔ اسی طرح سیب، امرود اور انگور وغیرہ بیچنا۔

۲: - نقلی اور دو نمبر چیز کو اصلی اور ایک نمبر بتا کر بیچنا جھوٹ اور دھوکہ ہے۔

۳: - ٹیکسی/ رکشہ والوں کا میٹر تیز کر کے زیادہ کرایہ وصول کرنا۔

۴: - بیچے جانے والے سامان میں کوئی عیب اور نقص ہو تو وہ عیب خریدار کو بتائے بغیر چھپا کر سامان فروخت کرنا۔

۵: - کمپنیوں اور اداروں کے ملازمین کا سستا مال خرید کر زیادہ کا بل بنوانا اور خفیہ کمیشن رکھنا۔

۶: - بعض ملازمین کا اپنے تعلق والے گاہک کو مالک کی چیز اُس کی اجازت کے بغیر مفت میں دینا یا اس کی حقیقی قیمت سے کم قیمت پر دینا۔

۷: - بیماری کی چھٹیاں لینے کے لیے جھوٹا میڈیکل سرٹیفکیٹ بنانا اور اس سرٹیفکیٹ کی بنیاد پر بیماری کی چھٹیاں منظور کروانا، تاکہ تنخواہ کی کٹوتی نہ ہو۔ یہ جھوٹ اور دھوکہ ہے جو حرام ہے۔

۸: - ملازمت کے لیے یا مدرسہ/ کالج میں داخلہ کے لیے جعلی سند بنوانا جھوٹ اور دھوکہ ہے۔

۹: - سرکاری ملازمین کا کسی دوسرے کے مکان کے کاغذات جمع کروا کر ماہانہ کرایہ لینا۔

۱۰: - دوسرے کی گاڑی کے کاغذات دفتر میں جمع کروا کر سواری الاؤنس لینا۔

ناپ تول میں کمی کرنا، اسی طرح ملازمت کے فرائض میں کوتاہی کرنا ناجائز ہے

ہمارے کاروبار اور ملازمت میں کم تولنے، کم ناپنے، ڈیوٹی پوری نہ دینے اور اُجرت پوری لینے کا گناہ بھی عام ہے جو حرام و ناجائز ہے جس سے بچنا واجب ہے۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱: - مال فروخت کرتے وقت ناپ تول میں کمی کرنا اور خریدار کو اس کی مطلوبہ مقدار سے کم مال دے کر پورے مال کی قیمت وصول کرنا۔

۲:- ملازمت کے اوقات میں کام صحیح نہ کرنا، یا اس وقت کو مالک کی مرضی کے خلاف اپنے ذاتی کاموں میں صرف کرنا یا ڈیوٹی کے وقت میں فرائضِ منصبی پوری طرح انجام نہ دینا اور تنخواہ پوری لینا، یا اوورٹائم میں کام نہ کرنا، لیکن اس کی اُجرت وصول کرنا۔

۳:- مالک کا ملازم کو معاہدہ کے مطابق طے شدہ تنخواہ مقررہ وقت پر نہ دینا یا بلاوجہ کچھ کم کرکے دینا۔

چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا حرام ہے

ہمارے معاشرہ میں چوری، ڈاکہ تو عام ہے ہی جو حرام ہے، لیکن اس کی ایسی صورتیں بھی پائی جاتی ہیں جنہیں چوری نہیں سمجھا جاتا اور معیوب نہیں سمجھا جاتا، حالانکہ یہ بھی چوری میں داخل ہوکر حرام و ناجائز ہیں جن سے بچنا واجب ہے۔ اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

۱:- کسی کا مال، پیسہ اور موبائل وغیرہ چھیننا، یا کسی کی زمین، مکان اور دکان پر ناحق قبضہ کرلینا۔

۲:- بجلی چوری کرکے استعمال کرنا، یا دوسرے کے میٹر میں تار لگا کر استعمال کرنا، یا اپنا میٹر معمول کی رفتار سے آہستہ کروالینا، اسی طرح گیس کی چوری کرنا۔

۳:- ریل یا بس میں ٹکٹ کے بغیر سفر کرنا، اسی طرح ایک ٹکٹ میں جتنا سامان ساتھ لے جانے کی اجازت ہے، اس سے زیادہ مقدار میں سامان چوری چھپے ساتھ لے جانا۔

۴:- ٹیلیفون ایکسچینج کے کسی ملازم یا افسر سے دوستی کے نتیجہ میں فون کا مفت استعمال کرنا۔

۵:- دفتری استعمال کے لیے رکھی ہوئی اشیاء مثلاً کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، دفتری موبائل، انٹرنیٹ ڈیوائس، چارجر، لیٹر پیڈ اور قلم وغیرہ مالک کی اجازت کے بغیر اپنے گھر لے جانا اور ذاتی استعمال میں لانا۔

۶:- کسی دوسرے کا وائی فائی کنکشن اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا۔

۷:- جس چیز کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ چوری کی ہے یا کسی سے چھینی ہوئی ہے، اس کی خرید و فروخت کرنا اور نفع کمانا۔

کسی کا مال ناحق وصول کرنا حرام ہے

ہمارے کاروبار اور میراث وغیرہ کے معاملات میں ناحق دوسرے کا مال لینے کی متعدد صورتیں پائی جاتی ہیں جو سراسر ناجائز ہیں، ان سے بچنا ضروری ہے، اور وہ یہ ہیں:

۱:- خریدار کا سودے سے انکار کرنے کی صورت میں فروخت کنندہ کا بیعانہ کی رقم پوری یا کچھ ضبط کرلینا۔

۲:- بیچنے والے کا سودے سے انکار کرنے کی صورت میں خریدار کا اس سے بیعانہ کی رقم دُگنی واپس لینا۔

یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں، اگر اس طرح بیعانہ لے لیا ہو تو واپس کرنا اور آئندہ اس سے بچنا ضروری ہے۔

۳:- والد مرحوم کے ساتھ ان کی زندگی میں کاروبار میں معاونت کرنے والے اور کاروبار سنبھالنے والے بیٹوں کا اپنے والد کے انتقال کے بعد اس کے کاروبار پر قبضہ کر لینا اور مالک بن کر بیٹھ جانا اور دیگر وارثوں کو ان کا حق نہ دینا حرام و ناجائز ہے۔

۴:- شوہر کے انتقال کے بعد گھر کے ساز وسامان پر بیوہ کا قبضہ کرنا اور ورثاء کو حصہ نہ دینا۔

۵:- شوہر کے انتقال کے بعد بیوہ کو شوہر کی میراث میں سے حصہ نہ دینا۔

۶:- بیوہ اگر دوسرا نکاح کرلے تو اسے شوہر کی میراث سے محروم کرنا۔

۷:- جو عورت شوہر کے قبیلہ سے نہ ہو اُسے میراث کا حصہ نہ دینا۔

۸:- بہنوں کو میراث سے محروم کرنا اور زبردستی کسی نہ کسی طرح بہنوں سے اُن کا حصہ معاف کروانا۔

۹:- شادی شدہ بہنوں کو یہ کہہ کر میراث میں حصہ نہ دینا کہ: ''والد صاحب نے تمہاری شادی کے موقع پر تمہارا جو جہیز تیار کر کے دیا تھا، اس سے تمہارا حق ادا ہوگیا۔''

قمار اور جوا حرام ہے

۱:- موٹر سائیکل اور گاڑیوں کی ریس میں جیتنے والے آدمی کا ہارنے والے سے طے شدہ رقم لینا۔

۲:- پتنگ بازی اور کبوتر بازی پر روپیہ کی ہار جیت کھیلنا۔ آج کل کرکٹ وغیرہ کے کھیلوں کی ہار جیت پر لاکھوں روپے کے جوے کھیلے جاتے ہیں جو سراسر حرام ہیں۔

۳:- اشیاء کا بیمہ کروانا۔(General insurance)

نمونہ کے طور پر یہ چند مشہور ناجائز معاملات لکھے گئے ہیں، اس کے علاوہ اور بھی ناجائز صورتیں ہوسکتی ہیں۔ اس لیے حلال روزی حاصل کرنے اور حرام روزی سے بچنے کے لیے اپنا ہر معاملہ مستند مفتیانِ کرام کو بتا کر اور اس کے جائز اور حلال ہونے کا اطمینان کر کے اس کو اختیار کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

جدید میڈیکل سائنس کی بنیاد رکھنے والے مُعالجین

ترجمہ: حکیم مولانا عبیداللہ عبید
مدیر جامعہ قدوسیہ، مینگورہ، سوات

زیرِنظر تحریر سعودی آرامکو ورلڈ میگزین میں شائع ہونے والے انگریزی مضمون کا اُردو ترجمہ ہے، مفید معلومات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے شاملِ اشاعت ہے۔ (ادارہ)

۱۱۲۰ء میں ایک مسلمان طبیب اپنے مریض کے معائنے کے لیے جارہا تھا، مریض اشبیلہ کا حکمران تھا۔ طبیب نے سڑک کے کنارے ایک دوسرا مفلس مریض پڑا دیکھا جس کے قریب پانی کا ایک گھڑا تھا، اس کا پیٹ سوجا ہوا تھا اور سخت تکلیف میں تھا۔ کیا تم بیمار ہو؟'' طبیب نے اس سے پوچھا اور بیمار آدمی نے اقرار میں سرہلایا۔ ''تم نے کیا چیز کھائی ہے؟''... ''صرف روٹی کے چند سوکھے ٹکڑے اور اس گھڑے سے پانی''... ''روٹی تمہیں بیمار نہیں کرسکتی'' طبیب نے کہا۔ ''ہاں! پانی سے ممکن ہے، کہاں سے پانی بھرا تھا؟''... ''بستی کے کنویں سے'' طبیب نے کچھ دیر سوچا: ''بستی کا کنواں صاف ہے، لیکن گھڑے میں شاید کچھ ہو، اُسے توڑ دو اور دیکھو کہ اس میں کیا ہے؟'' آدمی چلانے لگا: ''نہیں، میرے پاس صرف یہی ایک گھڑا ہے''۔ ''اب دیکھتے ہیں کہ اس گھڑے سے کیا برآمد ہوتا ہے؟'' طبیب نے جواب دیا اور آدمی کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ: ''نیا پیٹ خریدنا ناممکن اور گھڑا خریدنا آسان ہے۔'' آدمی نے پھر چیخنا چلانا شروع کیا، لیکن طبیب کے نوکروں میں سے ایک نے پتھر اُٹھایا اور گھڑے پر دے مارا، ایک مردہ مینڈک بدبودار پانی کے ہمراہ اس میں سے برآمد ہوا۔ ''میرے دوست! دیکھو تم کیا پیتے رہے؟ یہ مینڈک اپنے ساتھ تجھے بھی مروا دیتا۔ یہ اشرفی لو اور جاؤ نیا گھڑا خریدلو!'' کچھ دن بعد جب طبیب اس راستے سے گزر رہا تھا تو اس نے مریض کو وہاں بیٹھے دیکھا، اس کا پیٹ صحیح سالم تھا، وزن کچھ بڑھ گیا تھا اور رنگ وروپ بھی نکل آیا تھا۔ اس نے طبیب کو دیکھ کر دعائیں دینا شروع کیں۔

(ماخذ: تیرہویں صدی عیسوی کا مشہور ادیب اور مؤرخ ابن ابی اصیبعہ)

استدلال کا یہ مذکورہ بالا فکری عمل (جس میں حقائق سے نتائج کے حصول کے لیے عمومی اصول وضع کیے جاتے ہیں) جس وقت مسلم اسپین میں اپنی جگہ بنا رہا تھا، عیسائی یورپ میں علاج کا عمل' اس کے مقابلے میں لنگڑا لنگڑا کر اس نقطۂ نظر کے مطابق چل رہا تھا کہ طبیب' مریض کا علاج کر کے خدا کی مرضی للکارتا ہے۔ مریض کو علاج اور ادویات کی بجائے جھاڑ پھونک سے اچھا کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

مشرق میں اسلام کی اشاعت ساتویں صدی عیسوی کے اول میں شروع ہوئی۔ پہلے سے موجود علوم کا انجذاب اور ان میں ترقی کا ایک ہالہ نمودار ہوا، جن میں علم ادویہ بھی شامل تھا۔ عرب فاتحین نے نئی رعایا سے مسلسل یہ علوم اپنے اندر جذب کر لیے۔ عربی زبان نے مشرق میں وہی رتبہ حاصل کیا جو مغرب میں یونانی اور لاطینی کو حاصل تھا۔ عربی زبان علم وفن اور ادب کی زبان بن گئی۔ نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر عربی دانشوروں کی زبان بن گئی۔ حج' مکہ مکرّمہ میں ہر سال لاکھوں زائرین ایک جگہ جمع کرتا اور ایک دوسرے کے ساتھ کتابوں، نظریات اور خیالات کے تبادلے کا موقع فراہم کرتا تھا۔

عباسی خلیفہ ہارون الرشید اور اس کے بیٹے مامون الرشید نے عربی زبان میں یونانی علوم وفنون کے ترجمہ کی اہمیت تسلیم کرتے ہوئے اور اسے سہل الحصول بنانے کے لیے بغداد میں ایک دار الترجمہ ''Translation Bureau''...''بیت الحکمت'' کے نام سے قائم کیا۔ ''بیت الحکمت'' کا مطلب ہے: ''دانائی کا گھر''، جس نے آٹھویں صدی عیسوی کے آخر میں ابتدا کی۔ اس ادارے نے مسلمانوں کے مقبوضہ اور باہر کے علاقوں میں اپنے نمائندے بھیجے، تاکہ ہر زبان کے علم ودانش کے مخطوطات کو تلاش کریں۔ عربی میں ترجمہ شدہ ان قیمتی کتابوں نے اُس دور میں مسلم سائنس کی مضبوط بنیاد قائم کی، جو صرف علم العلاج پر مبنی نہیں تھا۔

یونان کی طرح مسلم دنیا میں بھی علم طب کی بنیاد چار عناصر والے نظریئے (اخلاطِ اربعہ) پر تھی، جسے دوسری صدی عیسوی کے یونانی طبیب جالینوس نے پیش کیا تھا۔ جب بدن میں چاروں اخلاط تناسب کے ساتھ موجود ہوں گے تو آدمی تندرست ہوگا اور جب طبعی تناسب سے باہر ہوں گے تو وہ بیمار ہوگا۔ جالینوس لکھتا ہے کہ معالج کی ذمہ داری ان اخلاط کے توازن کو غذا، ورزش اور حتمی سرگرمیوں یا دیگر اقدامات کے ذریعے بحال کرنا ہے۔ مثال کے طور پر بخار' خون کی کثرت کے سبب لاحق ہوتا ہے، اس کے لیے وہ فصد تجویز کرتا ہے، تاکہ خون کی زیادتی رک جائے۔

تاہم جالینوس کے صحت اور امراض کے بارے میں عقلی تناظر نے مشرق میں غلط طور پر اپنی جگہ بنالی، جبکہ قرآن کریم میں یہ یقین دہانی موجود تھی کہ ''ہر بیماری کے لیے علاج ہے''[①]۔ مسلمان معالجین

حاشیہ: ① جس یقین دہانی کے بارے میں مضمون نگار (ڈیوِڈ ڈبلیو شانز) نے اپنے اس مضمون میں ذکر کیا ہے وہ صراحت کے ساتھ احادیثِ مبارکہ میں موجود ہے۔ (مترجم)

اپنے آپ کو علاج کرنے والے اور صحت کے محافظ سمجھتے تھے، نہ کہ امراض کو مافوق الفطرت ہستی کے اسباب کا نتیجہ۔ اس وقت جبکہ مترجمین' بیت الحکمت میں سخت محنت کر رہے تھے، مسلمان معالجین نے جدید ہسپتالوں کی ابتدائی شکل ''بیمارستان'' کو ترقی دی جو بعد از اں صرف ''مارستان'' کہلایا جانے لگا، جس کے دروازے سب کے لیے بلا تفریق کھلے رہتے، جس میں بیماروں کو علاج کے لیے خوش آمدید کہا جاتا اور چھوٹی موٹی تکالیف، زخموں اور ذہنی امراض سے نجات دلائی جاتی تھی۔ بڑے بڑے ''مارستان'' طبی کالجوں اور کتب خانوں سے ملحق ہوتے تھے جہاں نامور معالجین پڑھاتے، تشخیص کرتے اور آج کل کی طرح پریکٹس کی اجازت دیتے تھے۔

ہسپتالوں کی طرح علم الادویہ کو بطور پیشہ متعارف کروانا بھی اسلامی ایجاد ہے۔ مارستان میں تربیت یافتہ ماہرین' ادویات کی تیاری اور تجویز' ماضی کی نسبت بہتر انداز میں کرتے، ان کے فارما کوپیا (قرابادین) میں ہر چیز کی جغرافیائی نوعیت، طبعی خواص اور جن امراض کے استعمال میں وہ برتے جاتے ہیں، تفصیلی طور پر موجود ہے۔ مامون کے عہد تک اطباء کی طرح ادویہ سازوں سے بھی امتحان لے کر دواسازی کی اجازت دی جانے لگی اور عوام کو غلطی اور نقصان سے بچانے کے لیے سرکاری انسپکٹر دواسازوں کے مرہموں، گولیوں، شربتوں، مربوں، ٹنکچروں، شافوں اور inhalants کی نگرانی کرتے تھے۔ مارستان میں دواسازی کے شعبے کا سربراہ علاج کے شعبے کے برابر عہدے کا حامل ہوتا تھا۔

عباسی خلفاء' بیت الحکمت اور ابتدائی بیمارستانوں (اسپتالوں) کے ساتھ ساتھ اسلامی طریقۂ علاج کے سنہرے دور کی ابتدا کر چکے تھے۔ علم کا مرکز اور ترقی کا سفر آٹھویں صدی عیسوی میں مغرب کی جانب جو آج کل جنوبی اسپین اور اس وقت اَندلس کہلاتا تھا، کو منتقل ہونا شروع ہو گیا تھا۔ عباسیوں نے اقتدار، دمشق کے حکمران خاندان بنواُمیہ سے حاصل کیا تھا۔ ۷۵۸ء میں بنواُمیہ کے دسویں خلیفہ کا پوتا عبدالرحمٰن اپنے رشتہ داروں کے قتل عام کے وقت فرار ہونے میں کامیاب ہوا اور اسپین میں پناہ حاصل کر لی، چند سالوں میں یہ اپنے دارالحکومت قرطبہ میں بنوعباس کے مقابلے میں ایک متوازی خلافت قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔ دسویں صدی عیسوی کے آخر تک قرطبہ علمی اور سائنسی سرگرمیوں میں بغداد کو پیچھے چھوڑ گیا۔

قرطبہ کی ستر لائبریریاں، نوسو عوامی حمام، تین سو مساجد اور پچاس ہسپتال اس کے لاکھوں باشندگان کے لیے ہر وقت کھلے رہتے۔ اولین علمی مرکز قرطبہ یونیورسٹی کی بنیاد آٹھویں صدی عیسوی میں رکھی گئی اور اس کی لائبریری میں کم از کم دو لاکھ پچیس ہزار کتابوں کی جلدیں موجود تھیں (یاد رہے کہ اس وقت یونیورسٹی آف پیرس کی لائبریری میں کتابوں کی چار سو جلدیں تھیں) اس علمی ذخیرے نے پورے یورپ سے علم و ہنر کے دلدادوں کو اپنی طرف متوجہ کیا، جن میں فرانس کے گربرٹ (Gerbert) جو بعد میں کلیسا کا اسقفِ اعظم قرار پایا اور سلویسٹر دوم (Sylvester ii) کے نام سے شہرت پائی' بھی شامل

تھا۔ اسی سلویسٹر دوم نے پیچیدہ رومن اعداد کی بجائے عربی اعداد کو رواج دیا۔ اندلس جلد ہی تخلیقی اور ہنرمند فلسفیوں، جغرافیہ دانوں، انجینئروں، ماہرینِ تعمیرات اور ڈاکٹروں کا مرکز بن گیا۔

مغربی خلافت میں‘ معالجین اپنے ان ہم منصبوں سے جو مشرقی خلافت میں موجود تھے، امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ اگرچہ قرطبہ اور بغداد تعقُّل میں ایک دوسرے سے قریب تھے، لیکن مغربی خلافت کے معالجین نے یونان سے بندھے مشرقی خلافت کے معالجین کی نسبت زیادہ فکری آزادی کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے جالینوس کی اندھی تقلید کی اور نہ ہی ابن سینا کی۔ اگرچہ ابن سینا کا رتبہ عرب دنیا میں ارسطو اور لیونارڈو کے برابر تھا۔ اس کی بجائے انہوں نے جب کسی چیز کو اپنے تجربات میں درست پایا تو ان دونوں (جالینوس اور ابن سینا) کے نظریات کو للکارا یا مسترد کردیا۔ ان کی تحریروں اور تحقیقات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بلیغ، مختصر اور ٹھیک ٹھیک عقلی موازنہ کرنے والے، اکثر علمی تحقیق میں بال کی کھال اُتارنے والے اور باریک بین تھے۔ مغربی اسلامی دنیا نے نویں اور پندرہویں صدی عیسوی کے درمیان‘ دقتِ نظر کے حامل سینکڑوں طبی ماہرین پیدا کیے، ان میں سے پانچ طبی ماہرین اپنے دور کے علم طب کے مینار تھے اور ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ان کے طبی اثرات آج محسوس کیے جاتے ہیں۔

ا:....سرجری (جراحت) کا باوا آدم

ابوالقاسم خلف ابن العباس جو اپنے ہم عصروں میں ’’الزہراوی‘‘ کے نام سے معروف ہے، عبدالرحمٰن سوم کے دارالحکومت قرطبہ کے شمال میں شاہی شہر الزہرا میں ۹۳۸ء میں پیدا ہوا۔ لاطینی میں اسے Albucasis کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کی ذاتی زندگی کے بارے میں بہت ہی کم معلومات موجود ہیں، لیکن اس کی جراحتی (سرجیکل) مہارت بے مثال تھی۔ الزہراوی نے صرف ایک کتاب چھوڑی ہے جس کا نام ’’**التصریف لمن عجز عن التالیف**‘‘ ہے۔ اس کتاب کے نام کا ترجمہ یوں کیا جاسکتا ہے: ’’اس شخص کے لیے علم طب کی موزوں ترتیب جو اپنے لیے کوئی کتاب تالیف نہ کرسکتا ہو۔‘‘ اس نے اپنے پچاس سالہ پیشہ وارانہ عہد میں تیس جلدوں پر مشتمل ایسا جامع مجموعہ تیار کیا ہے جس میں طب، جراحت، علم الادویہ اور صحت سے متعلق دوسرے موضوعات موجود ہیں۔ اس کتاب کی آخری جلد جو تین سو صفحات پر مشتمل ہے صرف سرجری سے متعلق ہے اور یہ پہلی کتاب تھی جو علم جراحت کو باتصویر اور علیحدہ مضمون کے طور پر پیش کرتی تھی۔ اس میں علم امراضِ چشم (ophthalmology)، بچہ جنائی کا فن (obstetrics)، علم امراضِ نسواں (gynecology)، میدانِ جنگ میں کام آنے والی ادویات (medicine military) علم البول (urology)، علم تقویم الاعضاء (orthopedics) وغیرہ۔ یہ کتاب سولہویں صدی عیسوی تک یورپ میں علمِ جراحت کے موضوع پر حوالے کی کتاب (ریفرنس بک) سمجھی جاتی رہی۔

الزہراوی نے بے شمار جراحتی طریقوں کی ایک فہرست دی ہے جس میں سرجیکل ایجادات ، تکنیکیں جس میں thyroidectomy (غدہ درقیہ کی سرجری) ، آپریشن کے ذریعے آنکھ کا موتیا نکالنا اور ایک جدید طریقے سے گردوں کی پتھریوں کا رخ امعائے مستقیم کے طرف پھیرتے ہوئے نکالنے کا عمل شامل ہے جو جالینوس کے تجویز کردہ طریقہ کی نسبت آپریشن کے دوران شرح اموات میں ڈرامائی کمی لاتا تھا۔

''التصریف'' وہ پہلی کتاب تھی جس میں دانتوں کی جراحت کے متعلق تفصیلی بحث تھی ۔اس میں نکالے ہوئے دانت کی دوبارہ تنصیب بھی شامل تھی اور اس میں حیوانی ہڈیوں سے مصنوعی دانتوں کی تراش کا تذکرہ بھی تھا۔ کس طرح بدوضع دانتوں کو خوبصورت بنایا جاتا ہے؟ آج کے ماہرینِ دندان ، دانت کی سطح پر بننے والی تہہ کو دور کرنے کے لیے جو طریقہ کار اختیار کرتے ہیں، وہ سب سے پہلے الزہراوی نے تفصیلاً بیان کیا تھا۔

آج عالمی طور پر یہ طریقہ معیاری جانا جاتا ہے کہ آپریشن سے قبل مریض کی جلد پر شگاف ڈالنے کے لیے سیاہی استعمال کی جاتی ہے، اس طریقہ کا موجد الزہراوی ہے۔اس نے سب سے پہلے اندرونی زخموں کو سینے کے لیے، سرجری میں catgut (زخم کو سینے کا ایک مخصوص دھاگہ) استعمال کیا۔

۲:....اشبیلہ کا طبیب

اس مضمون کی ابتدا میں جس طبیب کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ اس نے سڑک کے کنارے ایک غریب مریض کا معائنہ کرکے اس کا علاج کیا تھا، وہ اشبیلہ کا طبیب ابومروان عبدالملک ابن زہر تھا۔ لاطینی میں ''Avenzoar'' کے نام سے معروف ہے۔۱۰۹۱ءکو اشبیلہ میں پیدا ہوا۔ بنوزہر (اُندلس کے معروف طبیب خانوادے کا نام) میں علمِ طب سات پشتوں تک جاری رہا اور ابومروان ابن زہر بھی اس خاندان کی تیسری پشت سے تعلق رکھتے تھے اور پانچ اس کے بعد پیدا ہوئے۔اس لیے ابن زہر کے پیشے کے متعلق کوئی ابہام باقی نہیں رہتا کہ وہ طب کے علاوہ کوئی دوسرا پیشہ اختیار کرتا۔

ابن زہر نے متقدمین اطباء کی نری تقلید نہیں کی ، بلکہ وہ پہلا مسلمان طبیب تھا جس نے اپنے آپ کو علمِ علاج کے لیے وقف کیا۔اس کی کتابوں میں ،اس کی کئی بڑی دریافتیں درج ہیں، جیسے: ''التیسیر فی المداواة و التدبیر''(Practical Manual of Treatments & Diets)، علم نفسیات پرایک رسالہ جس کے نام کا ترجمہ اعضاء اور ارواح کی اصلاح کے متعلق ایک معتدل راستہ تجویز کرتا ہے اور ''کتاب الأغذیة'' نامی ایک کتاب جو صحت پر پرہیزی غذاؤں ،مشروبات اور مسالوں کے اثرات کو بیان کرتی ہے۔اس کی دریافتوں میں ایک چھوٹا سا لیکن مؤثر کارنامہ اس امر کا ثبوت پہنچانا تھا کہ خارش کا سبب چھوٹے کیڑے ہیں، جو مریض کے بدن سے بغیر جلاب یا فصد کے ختم کیے جاسکتے ہیں، اسی طرح ان کیڑوں کو کسی بھی دوسرے ایسے (اذیت ناک) طریقۂ علاج کے بغیر ختم کیا

جا سکتا ہے، جس کا تعلق اخلاطِ اربعہ کے نظریہ سے ہو۔

جس میڈیکل سائنس نے جالینوس اور ابن سینا پر اندھا اعتماد کیا تھا، ابن زہر کی مذکورہ دریافت نے اس پوری میڈیکل سائنس پر لرزہ طاری کیا اور نظریۂ اخلاط پر غیر متزلزل یقین سے بھی نجات دلائی۔ ابن زہر نے یہ بھی لکھا کہ کس طرح غذا اور طرزِ حیات سے گردے کی پتھری بننے کے عمل کو روکا جا سکتا ہے۔ اس نے سب سے پہلے اعصابی امراض کو درست طور پر تفصیلاً بیان کیا، جیسے سرسام، کھوپڑی کے اندر کسی نالی کا ورم جس کے ساتھ خون کی رکاوٹ بھی ہو، حجابی رسولیاں۔ اسی طرح اس کی کچھ جدید دریافتوں نے جدید علم الادویہ کے ایسے شعبے کی بنیاد ڈالی جو اعصاب کے مخصوص امراض اور ادویات (Neuropharmacology) پر مشتمل ہے۔ اس نے سب سے پہلے بڑی آنت کے سرطان کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ ابن زہر ہی وہ پہلا طبیب ہے جس نے نرخرے یا ورید کے ذریعے خوراک کی فراہمی کی وضاحت کی، جب مریض کو نارمل طریقے سے خوراک کی فراہمی ممکن نہ ہو۔ یہ تکنیک آج بھی ''Parental Feeding'' کے نام سے معروف ہے۔

ابن زہر نے سرجری میں تجرباتی طریقہ متعارف کرایا۔ وہ جانوروں کے مردہ اجسام کو تجربات کے لیے بروئے کار لاتا تھا، جیسے بکری کے مردہ جسم کو وہ اس طریقۂ کار کے لیے استعمال کرتے تھے جو اس نے ہوا کی نالی سرجری کے لیے دریافت کیا تھا۔ اپنی طبی تحقیق کے دوران، اس نے بھیڑ پر پوسٹ مارٹم کا عمل بھی انجام دیا، تاکہ یہ معلوم کر سکے کہ زخم خوردہ پھیپھڑوں کی بیماریوں کا علاج کس طرح کیا جائے۔ ابن زہر پہلا طبیب معلوم ہوتا ہے جس نے انسانی لاش کا پس از مرگ معائنہ کرنے کے لیے اس کی چیر پھاڑ کی، تاکہ اپنے جراحتی طریقوں کی سمجھ بوجھ میں اضافہ کر سکے۔ ①

ابن زہر نے سرجری کو بالکل ایک علیحدہ شعبہ بنایا اور اس کے لیے ایک نصاب مقرر کیا، بالخصوص مستقبل کے سرجنوں کے لیے جنہیں پریکٹس کی اجازت سے پہلے اس نصاب کی تکمیل لازمی تھی۔ اس نے عام طبیب اور سرجن دونوں کے دائرۂ عمل کے درمیان ایک سرخ علامتی خطِ امتیاز کھینچا کہ ایک عام طبیب کو جراحتی کیفیت میں علاج سے دستبردار ہونا چاہیے اور اسی طرح سرجری کو ایک مخصوص طبی میدان قرار دیا۔ وہ ان اولین معالجین میں سے ہے جس نے مصنوعی بے ہوشی کا استعمال کیا۔ سینکڑوں آپریشنوں میں اس نے بھنگ، افیون اور اجوائن خراسانی کے مکسچر میں لتھڑی ہوئی روئی کو مریض کے چہرے پر رکھا۔

حاشیہ: ① مسلمان اطبا تکریمِ انسانیت کے قائل تھے اور ہیں۔ اسی وجہ سے اسلام کے عہدِ زریں میں انسانی لاش کی چیر پھاڑ کا کوئی مستند ثبوت نہیں ملتا۔ ابن ابی اصیبعہ کی تاریخ الاطباء اور اطباء کی سوانح پر مشتمل تاریخ کی دیگر کتابوں میں ابن زہر کے متعلق اس امر کا ثبوت مترجم کو نہیں ملا کہ اس نے تشریح کے لیے انسانی لاش کی چیر پھاڑ کی ہو۔ غالباً ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ (پیرس) کے مجموعہ مکاتیب میں انہوں نے ایک اہلِ علم سے یہ استفسار بھی کیا ہے کہ مسلم ماہرینِ تشریح نے اگر انسانی لاش کی تشریح کی ہے تو اس کا حوالہ مہیا کیجیے۔ (مترجم)

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ اس کی بیٹی اور نواسی دونوں نے طبی علوم حاصل کیے۔ اس امر کو دیکھتے ہوئے، اُسے عورتوں کو طبی تعلیم دینے کا بانی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگر چہ ان عورتوں کی طبی تعلیم صرف دایہ گیری تک محدود تھی، لیکن ان عورتوں نے ایک ایسی روایت کی بنیاد رکھی کہ جدید مغرب کے مقابلے میں مسلمان عورتیں مسلم دنیا میں سات سو سال پہلے طب کی تعلیم حاصل کرتی رہیں، جبکہ اس کے مقابلے میں پہلی امریکی خاتون نے جو ہان ہاپکنز یونیورسٹی سے اس واقعے کے سات سو سال بعد میڈیکل کی تعلیم مکمل کی۔

۳:.... فلسفی اور طبیب

ابو الولید محمد ابن احمد بن محمد ابن رشد ۱۱۲۶ء کو قرطبہ میں پیدا ہوا۔ ابن رشد مغربی خلافت کے لیے ابن سینا سے (جو مشرقی خلافت کے لیے معزز سمجھا جاتا تھا) زیادہ قابلِ احترام تھا۔ یورپ میں ’’Averroës‘‘ کے نام سے معروف ہے اور زیادہ تر فلسفہ پر تحقیق کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے۔ ابن رشد کا طب پر اُصولی کام ایک چھوٹی سی جلد میں ہے جس کا نام ’’کتاب الکلیات فی الطب‘‘ ہے، یعنی طب کے عمومی اصول۔ یہ کتاب ایک اہم طبی تلخیص ثابت ہوئی۔ اس کتاب کی ابتدا میں اس نے مختصر لیکن جامع طور پر انسانی جسم کی تشریح کا جائزہ لیا ہے، پھر بدن کے مختلف حصوں اور اعضاء کے افعال، انسانی جسم کے مختلف نظاموں کی بیماریوں، غذاؤں، ادویات، زہروں، طبی غسل اور صحت کو برقرار رکھنے میں ورزش کے کردار پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب میں سرجری کا حصہ مختصر طور پر پٹی باندھنے، طبی داغ لگانے، خون بند کرنے والی ادویات اور پھوڑوں کے علاج پر مشتمل ہے۔ خاص طور پر سب سے زیادہ یادگاری کام اس کا چیچک کا دقیق مطالعہ ہے۔ ابن رشد لکھتا ہے کہ چیچک زندگی میں صرف ایک دفعہ حملہ کرتا ہے۔ اب تک یہ قوتِ مناعت حاصل کرنے کا پہلا معلوم حوالہ ہے۔

۴:.... جلاوطن طبیب

موسیٰ ابن میمون (لاطینی میں ’’Maimonides‘‘ کہا جاتا ہے) نشاۃِ ثانیہ کے دور سے اگر چہ پہلے پیدا ہوا تھا، لیکن وہ اسی دور (نشاۃِ ثانیہ) کا آدمی تھا۔ ابنِ رشد سے صرف بارہ سال بعد وہ بھی قرطبہ میں پیدا ہوا۔ ایک ایسے خاندان میں جس نے آٹھ نسلوں تک دانشور ہی پیدا کیے۔ مسلم دنیا میں رہنے والا، یہودی مذہب کا پیروکار، اپنے زمانے کا بے حد ذہین اور فطین شخص تھا جس کی علمی کامیابیاں قانون، فلسفہ اور طب کے شعبوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ بالکل ابتدائی دور میں اس نے سائنس اور فلسفہ میں دلچسپی ظاہر کی۔ مسلمان دانشوروں کے علمی کام کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ اس نے یونانی فلاسفہ کے کام کا بھی مطالعہ کیا جو عربی تراجم کے ذریعے اس زمانے میں قابلِ رسائی تھے۔ یہودی قانون پر اس کا اہم علمی کام عربی زبان میں ہے، جس کے لیے اس نے عبرانی رسم الخط استعمال کیا اور ایک مذہبی دانشور کی حیثیت سے اس نے مذہب اور طب کے

اختلاط کی مخالفت کی ہے۔قرونِ وسطیٰ کا وہ واحد دانشور شخص تھا جس میں حقیقتاً چار تہذیبوں کا ملاپ نظر آتا ہے، یعنی ۱:- یونانی رومی تہذیب، ۲:- عرب تہذیب، ۳:- یہودی تہذیب اور یورپی تہذیب۔

جب وہ دس سال کا تھا تو تنگ نظر موحدین ① نے قرطبہ کو فتح کرلیا۔انہوں نے شہر کے یہودی اور عیسائیوں کے سامنے تین مطالبات رکھے: مسلمان ہوجاؤ، جلاوطنی اختیار کرو یا مرنے کے لیے تیار ہوجاؤ۔ موسیٰ ابن میمون کے خاندان نے جلاوطنی اختیار کی، بالآخر انہوں نے قاہرہ کے نزدیک سکونت اختیار کی۔ جب خاندان کے حادثات نے اُسے تنگ دستی کی وادی میں دھکیلا تو اس نے طب کا پیشہ اختیار کیا۔

موسیٰ ابن میمون نے عربی زبان میں دس معروف طبی کتابیں لکھی ہیں۔اس نے بہت سی دوسری چیزوں کے ساتھ امراض کی کیفیتیں بشمول دمہ، ذیابیطس، ہیپا ٹائٹس، اور نمونیا بیان کی ہیں۔اس نے اعتدال اور صحت مندانہ طرزِ زندگی پر زور دیا ہے۔اس نے لکھا ہے کہ ایک طبیب کو کئی طریقوں سے ذی علم ہونا چاہیے۔مرض اور مریض دونوں کا علاج کرنا چاہیے۔طبیب صرف مرض کا علاج نہ کرے، بلکہ جسم اور روح دونوں کی تندرستی کی کوشش کرے اور اپنے آپ کو انسانی اور روحانی اقدار سے مزین کرے جس میں سب سے نمایاں رحم دلی اور ترس ہے۔

اس کے تمام طبی علمی کام میں اکثر اس طرح کی للکار دکھائی دیتی ہے، جسے وہ جالینوس کی ''قیاسی اُپج'' قرار دیتا ہے جب کوئی چیز اس کے تجربات کے خلاف ہو۔اس کی تحریروں میں یہ خیال بھی ہے کہ طب میں ذاتی مشاہدہ وتجربہ کتابوں میں تحریری سند سے زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ مذکورہ خیال کے باوجود اس کے شوق نے اُسے رومی (عیسائی) اطباء کے وسیع ادبی کام کی تلخیص پر آمادہ کیا جو اس نے ایک چھوٹی سی کتاب میں کر دکھایا، جسے ایک طبیب جیب میں رکھ کرلے جاسکتا ہے۔اگرچہ وہ تالمود (یہودیوں کی مذہبی کتاب) کا عالم تھا، جب امراض کی شناخت کا مرحلہ پیش آتا تو موسیٰ بن میمون کو ہم آج کل کی اصطلاح میں خالص ''طبیعی سائنسدان'' یعنی مشاہدہ پر سختی سے یقین رکھنے والا معالج کہہ سکتے ہیں۔اس نے کوشش کی ہے کہ مذہب اور طب کو واضح طور پر الگ الگ کرے۔اس وقت جبکہ جادو، توہم پرستی اور علمِ نجوم جیسی چیزیں طب کے شعبے میں دور دور تک رواج پاچکی تھیں، اس کی تحریروں میں ان چیزوں یا تالمود میں مندرج ادویات کا ذکر نہیں ملتا، البتہ جو چیز درست اور فائدہ مند ہے موسیٰ ابن میمون نے استدلال کے ساتھ پیش کیا۔

موسیٰ ابن میمون فرد کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ اپنی صحت کا خیال اس طریقے پر رکھے کہ بری عادتوں سے اجتناب کرے اور جب بیمار ہو تو بلاتوقف علاج ومعالجہ کی تلاش میں توجہ کرے۔وہ لکھتا ہے

حاشیہ: ① مضمون نگار (ڈیوڈ ڈبلیو شانز) نے سلطنتِ موحدین کی مبینہ ''تنگ نظری'' پر کوئی حوالہ پیش نہیں کیا ہے۔انٹرنیٹ پر یہودی اور عیسائی تاریخ کے علاوہ دستیاب مستند تاریخی مواد میں کچھ بھی اس حوالے سے ذکر نہیں۔(مترجم)

کہ:’’فرد کی توجہ اس کے بدن کی طبعی حرارت پر ہر چیز سے پہلے ہونی چاہیے۔اس معاملے میں سب سے بہتر (کارکردگی کے حوالے سے) معتدل جسمانی ورزش ہے جو جسم اور روح دونوں کے لیے مفید ہے۔‘‘ وہ اس زمانے میں معمر مریضوں کے لیے ورزش کا ایک روزانہ علاج بیان کرتا ہے جو جدید طریقۂ علاج کے زیادہ قریب ہے۔اس نے مساج (مالش) کے فوائد بھی بیان کیے ہیں کہ یہ بدن کی قدرتی حرارت کو تحریک دیتا ہے، یہاں تک کہ بدن کو قدرتی انداز سے دوبارہ صحت سے مالا مال کردیتا ہے۔

اس نے سب سے پہلے مثبت سوچ کے طبی فوائد جان لیے تھے جس نے بعد میں سائیکوسومیٹکس (جہاں جذباتی عوامل مرض پیدا کرتے ہیں) ادویات کی ابتدائی شکل اختیار کرلی۔تعویذ یا جادوٹونا اگرچہ اس کے عقلی تناظر کی دنیا میں قابلِ نفرت ہیں،لیکن کیا مریض کی طبی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہوئے غیراہم ہوجاتے ہیں؟ وہ لکھتا ہے کہ اگر یہ چیزیں مریض کی حالت کو بہتر کرتی ہیں تو اُنہیں برقرار رکھنا چاہیے،تاکہ مریض کا ذہن اور زیادہ خلل کا شکار نہ ہوجائے۔

۵:.....قلب کے سربستہ راز

علاؤالدین ابوالحسن علی ابن حزم القرشی الدمشقی جس کو مختصر طور پر ابن النفیس کے نام سے علمی دنیا میں جانا جاتا ہے ۱۲۱۳ء کو دمشق میں پیدا ہوا۔ایوبی دور میں اسلامی دنیا کے علم ودانش کا مرکز قاہرہ قرار پایا۔ اپنی عمر کے ابتدائی بیس سالوں میں وہ قاہرہ منتقل ہوا اور بالآخر آٹھ سو بیڈ پر مشتمل المنصوری ہاسپٹل کا سربراہ مقرر ہوا۔انتیس سال کی عمر میں اس نے ’’شرح تشریح القانون‘‘ لکھی جو ابن سینا کی ’’القانون‘‘ کے اناٹومی والے حصے کی تشریح ہے۔اس کتاب میں علم تشریح (Anotomy) سے متعلق انکشافات کی ایک بڑی تعداد بشمول پھیپھڑوں کے دوران خون کے متعلق ابتدائی تشریح کا بیان موجود ہے۔

ابن النفیس نے یہاں تک وضاحت کی ہے کہ دل کے دونوں بطون (خانوں) کی درمیانی دیوار مضبوط ہے اور بغیر سوراخ کے ہے۔اسی طرح اس نے جالینوس کے اس قدیم نظریے کو غلط قرار دیا ہے کہ خون دل کے دائیں حصے سے بائیں حصے کو بلاواسطہ گزر کر جاتا ہے۔ابن النفیس درست طور پر بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ خون کو دائیں بطن سے گزر کر پھیپھڑوں میں داخل ہونا چاہیے، جہاں اس کے ہلکے اجزاء پھیپھڑوں کی ورید میں سرایت کرجاتے ہیں، تاکہ اس کے ساتھ ہوا (آکسیجن) مل جائے، پھر بائیں جوف میں داخل ہوجاتا ہے اور آخرکار پورے جسم میں چلا جاتا ہے۔یہ پہلا موقع تھا جب کوئی اس قابل ہوا کہ وہ یہ بتائے کہ کس طرح ہوا (آکسیجن) خون کے ساتھ ملاپ کرتی ہے۔

ابن النفیس نے شعری دورانِ خون کی موجودگی کی طرف بھی اشارہ کیا، یہ ثابت کرتے ہوئے کہ:’’پھیپھڑوں کی شریان اور ورید کے مابین چھوٹے سوراخ یا راستے (منافذ) ہیں‘‘اگرچہ پھیپھڑوں سے متعلق دورانِ خون کا نظریہ محدود تھا،لیکن چار سو سال بعد مارسلو مالپیگی ’’Marcello Malpighi‘‘

نے پورے بدن میں شعری دورانِ خون کا فعل بیان کر کے ثابت کیا۔ چودھویں صدی تک ابن النفیس کا یہ انکشاف ضائع ہو چکا تھا اور ۱۹۲۴ء تک اس کا کچھ پتہ نہیں تھا، لیکن جب مصری طبیب محی الدین التطاوی نے برلن کی پروشین سٹیٹ لائبریری میں ''شرح تشریح القانون '' کا ایک نسخہ معلوم کیا جس سے ابن النفیس کی دریافت کا صحیح اندازہ لگایا گیا، جس سے چار سو سال بعد یہ بھی واضح ہوا کہ یہ ولیم ہاروے ''William Harvey'' نہیں، بلکہ ابن النفیس ہی تھا جس نے دورانِ خون کا نظام دریافت کیا تھا۔

بدقسمتی سے ابن النفیس کا بے جا طور پر گمنامی میں رہنا کوئی انوکھی یا غیر معمولی بات نہیں۔ قرونِ وسطیٰ کی صدیوں میں ہزاروں مسلم طبیبوں نے، چاہے وہ معمولی طبیب ہوں یا غیر معمولی قابلیت کے حامل، زیادہ تر میڈیکل سائنس کے مراکز سے باہر کام کیا اور رہائش اختیار کی۔ ان طبیبوں نے جان جوکھوں میں ڈال کر علمی اور تحقیقی کام کیا، کچھ عیسائی اور یہودی دانشوروں پر مشتمل چھوٹی جماعتوں نے بھی ذہنی مشقت کی، تاکہ آنے والے دور کے تقاضے پورے ہوسکیں۔ مترجمین اور علمی تحقیق پھیلانے والوں کا کردار کہ ان کے مسلمان پیش روؤں نے بغداد میں المامون کی گنجائش کو پورا کیا ہے۔ بہت سے طبیب غیر مستقل طور پر کسی جگہ رہے یا متنوع ثقافتوں/نسلوں پر مشتمل ملک ہسپانیہ جہاں طلیطلہ، بارسلونا، اور سگو ویا Segovia نقل مکانی کرتے رہے جس نے ان کی مدد کی۔ دوسرے طبیب فرانس، اٹلی اور سسلی کے شہروں میں جمع ہوئے جو اسلامی دنیا کے قریب تھے۔ یہ مسلم طبیب ثقافتی واسطہ بھی ثابت ہوئے کہ مغرب کو ایک ہزار سالہ قدیم علم و دانش کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور قیمتی علمی ورثہ بھی عطا کیا جس نے آج کی مغربی طب (جدید میڈیکل سائنس) کی بنیاد رکھی۔

یہ سب وہ طبیب ہیں جنہوں نے مسلم دنیا میں قیمتی علمی ورثہ اور تدابیر دریافت کیں، اور مزید یہ کہ انسانی جسم اور دماغ کی لاینحل معمے حل کیے۔ انہوں نے ہسپتال، سرجری اور علم ادویہ کے شعبوں کی بنیاد رکھی۔ سرجیکل آلات ایجاد کیے اور ایسے عملی طریقے استعمال میں لائے جن کی بنیاد ذاتی تجربے پر تھی، تاکہ مفروضات/نظریات کی جانچ پرکھ کرسکیں۔ انہوں نے مذہب اور طب کو جدا جدا خانوں میں رکھا اور عورتوں کے لیے طب کا دروازہ کھول دیا۔ شخصی صحت، خوراک اور حفظانِ صحت کے متعلق ان کے اکثر اصول آج بھی درست تسلیم کیے جاتے ہیں۔ شاید ان اصولوں میں سب سے زیادہ اہم اصول ان کا یورپی معالجین کو یہ سبق دینا ہے کہ بیماری صرف صحت کے صحیح راستے سے انحراف کا نام ہے اور دوا کا کام بیماری کا علاج ہے۔

اگر ان میں سے کچھ اصول ہمیں بہت ہی آسان اور واضح دکھائی دیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سائنسی ترقی نے گزشتہ کل کی ایجاد کو آج کی معلومات کا علم بنا دیا ہے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

خوانِ بنوریؒ سے مولانا امین اورکزئیؒ کی خوشہ چینی

(دوسری قسط)

افادات: محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

ضبط و کتابت: مولانا محمد امین اورکزئی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ ومرسلہ: مولانا محمد طفیل کوہاٹی

☆:...... ''یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ '' سے بظاہر علماء کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی، اس لیے کہ '' أُوْتُوْا الْعِلْمَ '' معطوف ہے ''الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا '' پر، تو جو کچھ علماء کے درجات ہیں، وہی ''الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا '' کے ہیں۔ کسی نے تو یہ کہا ہے کہ یہاں تقدیر یوں ہے: ''یرفع اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم ''درجۃ'' والذین أوتوا العلم درجات ''، مگر قرآن کریم کی معجزانہ فصاحت اس کی مقتضی ہے کہ اس قسم کے تکلفاتِ باردہ نہ کیے جائیں۔ یہاں صحیح بات حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے معلوم ہوتی ہے کہ آیت کا مقصود یہ ہے کہ یہ درجات ان لوگوں کے لیے ہیں جو کمال الایمان والعلم کے جامع ہوں۔ بغیر ایمان کے علم کی کوئی وقعت نہیں، جیسا کہ شیطان باوجود بڑا عالم ہونے کے مردود ہے تو جس طرح اعمالِ صالحہ بغیر ایمان کے مفید نہیں، اسی طرح علومِ نافعہ بغیر ایمان کے مقبول ومفید نہیں ہوسکتے اور درجات کے ابہام میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ایمان اور علم جیسا کہ مختلف ہیں، اسی طرح درجات میں بھی تفاوت ہوگا۔

☆:...... نبوت کمالاتِ انسانی میں معراج کا درجہ رکھتی ہے، نبوت کے بعد پھر دوسرا کوئی کمال نہیں، لہٰذا نبوت خاتمۃ الکمالات ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت خاتمۃ النبوات ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت اور ختم نبوت کی عظیم نعمت ملنے کے بعد بھی تلقین کی جارہی ہے کہ: ''قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ''، یعنی علم ایسی نعمت ہے کہ نبوت کے بعد بھی اس کی ضرورت ہے۔

☆:...... ''شَـــجَـــرٌ'' ان کلمات میں سے ہے جن میں مفرد اور جمع کا فرق تاء کے ساتھ ہوتا ہے، مفرد ''شَجَرَۃٌ''، جمع ''شَجَرٌ''.... کتمر وتمرۃ ونمل ونملۃ وکلم کلمۃ ..... لغویین اور

نحویین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ جمع ہے یا جنس۔

☆:......طغرائی خط کی یہ خصوصیت ہے کہ جو اوپر والا لفظ ہوتا ہے وہ بعد میں پڑھا جاتا ہے اور جو حرف نیچے ہوتا ہے وہ پہلے پڑھا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ’’خَاتَم‘‘ کا نقش اسی خط کے مطابق تھا اور فرمایا کہ: میں جب تقریباً چھ سال کا بچہ تھا، اس وقت گھر میں ایک کتاب جس کا نام ثبوتِ خلافت تھا، اسی خط کے موافق لکھا تھا، میں نے خلافتِ ثبوت پڑھ لیا۔ والد صاحب نے کہا کہ: نہیں! یہ ’’ثبوتِ خلافت‘‘ ہے اور یہ قاعدہ بتلا دیا جو ابھی تک یاد ہے۔

☆:......تابعین میں ایسے حضرات ملتے ہیں جو فقہ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ ہیں اور افقہ ہیں، اگر چہ ہر صحابیؓ کو فضیلتِ صحبت حاصل ہے، مگر فقہ علیحدہ چیز ہے اور یہ تفاضل بعض تابعین کا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم پر تفقہ میں مشاہد اور محسوس ہے، **ويشير إلى ذلك الحديث.**

☆:......شیخ عبدالقاہر جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ’’**دلائل الإعجاز**‘‘ میں لکھا ہے کہ ’’**إنما**‘‘ حصر کے لیے استعمال ہوتا ہے، مگر ایسے مقام پر جبکہ متکلم مدخول ’’**إنما**‘‘ کی بداہت کا مدعی ہو اور یہ چیز ’’**مَا**‘‘ اور ’’**إِلَّا**‘‘ میں نہیں پائی جاتی۔ یہ بہت عمدہ کتاب ہے، اگر یہ کتاب اور ان کی دوسری کتاب ’’**أسرار البلاغة**‘‘ وجود میں نہ آتی، تو فنِ بلاغت ومعانی مدون مرتب نہ ہوتا۔ بلاغت ومعانی کا ذوق پیدا کرنے کے لیے شیخ کی ان کتابوں کا مطالعہ لازمی ہے، اس فن میں عمدہ کتابیں یہ ہیں: ’’**شرح عقود الجمان للمرشدي**‘‘ اور ’’**الطراز المتضمن لأسرار البلاغة والإعجاز**‘‘ اور ’’**عروس الأفراح شرح تلخيص المفتاح**‘‘ یہ تین کتابیں آپ کے پاس ہوں تو کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہے گی۔

☆:...... ’’**لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ**‘‘ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ: ’’**نَسْمَعُ**‘‘ میں درجۂ تقلید کی طرف اشارہ ہے اور ’’**نَعْقِلُ**‘‘ میں اجتہاد وتحقیق کی طرف اشارہ ہے، معلوم ہوا کہ تقلید بھی حجت ہے جب اجتہاد کی صلاحیت نہ ہو۔

☆:...... وعظ کے لیے خاص دن مقرر کرنے کے متعلق جو حدیث وارد ہے، اس کو شروع کرتے ہوئے فرمایا کہ: ’’مدارس میں جو تعطیلات ہوتی ہیں، اس کی اصل یہ حدیث ہے۔‘‘

☆:......تفقہ فی الدین شرعاً مطلوب ہے اور اس کے لیے جو چیزیں مفید ہوں وہ بھی مطلوب ہیں، کیونکہ مقدمۃ الواجب واجب ہوتا ہے، لہٰذا تفقہ کے لیے جن علوم کی ضرورت ہے جس میں علوم عربیہ وغیرہ آتے ہیں، مطلوب ہوں گے۔ الغرض مقاصد کی طرح وسائل بھی مطلوب ہوتے ہیں۔ اس سے معروف اصطلاحی فقہ مراد نہیں، بلکہ مراد وہ عام معنی ہے جو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ: ’’**الفقه معرفة النفس مالها وما عليها.**‘‘

☆:......علماء آج کل داڑھی نہیں منڈاتے، نہ دیگر ظاہری معاصی میں مبتلا ہیں، وجہ یہ ہے کہ ماحول ایسا ہے جس میں اس قسم کے معاصی کے ارتکاب کی گنجائش نہیں، مگر دوسری طرف باطنی معاصی میں گرفتار ہیں۔علماء آج تین قلبی امراض میں خاص طور سے مبتلا ہیں: ا:- حبِ جاہ،۲:- حبِ مال،۳:- بغض وحسد اور اسی طرح خانقاہوں میں رہنے والے صوفی بھی إلا ماشاء اللّٰه،أعاذنا اللّٰه و العياذ باللّٰه.

☆:......نعمتیں دو قسم کی ہیں: ایک مادی، ایک روحانی۔ مادی نعمتوں میں قابلِ غبطہ نعمت وہ مال ہے جو راہِ حق میں خرچ کیا جائے اور روحانی نعمتوں میں قابلِ غبطہ نعمت وہ علم ہے جو نافع اور منتفع ہو۔ مجرد مال اور مجرد علم میں کوئی کمال نہیں۔

☆:......''غيث'' عربی لغت میں بارش کو کہتے ہیں اور اسی طرح مطر بھی، لیکن قرآن وحدیث کی اصطلاح اور استعمال میں عموماً ''غيث'' بارانِ رحمت کے لیے آتا ہے اور عذاب کے موقع پر مطر کا استعمال ہوتا ہے۔ حدیث میں ''غيث'' کا لفظ جو آیا ہے اس میں بھی علومِ نبوی کے رحمت ہونے کی طرف اشارہ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کے الفاظ محفوظ ہوتے چلے آئے ہیں اور روایت بالمعنی نہیں کیا گیا ہے۔

☆:......جَدب بفتح الأول ضد الخِصب بكسر أوله، ایسے بہت سے کلمات ہیں جو کہ اضداد میں سے ہوتے ہیں اور ایک مکسور الاول، دوسرا مفتوح الاول ہوتا ہے۔ ومنها الجَدب والخِصب والعِلم والجَهل.

☆:......الجزائر کے ایک عالم نے جو ایک سو سال پہلے گزر چکے ہیں، ایک کتاب لکھی ہے: ''اللآلي والدرر في المحاكمة بين الحافظ العينيؒ والحافظ ابن حجرؒ''، جس میں انہوں نے حافظ عینی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان مختلف فیہ مقامات پر محاکمہ کیا ہے۔ یہ کتاب اب لیبیا سے چھپ گئی ہے۔

☆:......بخاریؒ نے ''فضل العلم'' کے عنوان سے جو باب باندھا ہے، حافظ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فضل'' بمعنی ''فضيلة'' لیا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے بمعنی ''زيادة'' کے لیا ہے۔ یہاں پر بات حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے اور علامہ عینیؒ کی بات کمزور ہے، لہٰذا ''اتفق له الموافقات بكثرة''

☆:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مزاج تشریعی تھا اور آپ ''أشبه الناس برسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم في علمه'' تھے، ''وكان الصديق من أشبهم في خُلقه صلی اللہ علیہ وسلم وقال عليه السلام: بعثتُ لأتمم مكارم الأخلاق، فكان الصديق أولى بالخلافة، فتفطن.''

☆: ......عرف واستعمال میں ’’کَانَ‘‘ جب فعل پر داخل ہوتا ہے تو مفیدِ استمرار ہوتا ہے، مگر محدثین اور علم حدیث کی اصطلاح میں ’’کَانَ‘‘ استمرار کے لیے نہیں آتا، بلکہ اگر کوئی ایک دفعہ بھی واقع ہو چکا ہو تو وہاں بھی ’’کَانَ‘‘ لے آتے ہیں۔

☆: ...... حدیث متواتر کی تعریف میں، پھر اس کے وجود میں علماء کا اختلاف ہے، بہر حال احادیث کے ذخیرہ میں اگر کوئی حدیث متواتر ہوسکتی ہے تو وہ حدیث ’’**من كذب علي متعمدا**‘‘ ہے، جس کے راوی تقریباً ایک سو صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے تساہل کیا ہے اور ہر اس حدیث کو جس پر تعامل چلا آ رہا ہو اس کو متواتر کہا۔ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ’’**الأزهار المتناثرة في الأخبار المتواترة**‘‘ رکھا ہے اور اسی میں طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ جس حدیث کے راوی دس تک صحابہؓ ہوں، اس کو متواتر کہا، اس لیے ان کا کافی ذخیرہ اس کو ہاتھ آیا۔

☆: ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر کوئی خواب میں دیکھے اور اُسے اطمینان اور یقین ہو جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں تو ٹھیک ہے، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ شمائل میں جو حلیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہوا ہے، اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی شخص دیکھ سکتا ہے جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید اور صحیح تعلق ہو اور اس کے علاوہ ہر شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی استعداد کے موافق صورت میں دیکھتا ہے، شیطان کو یہ قدرت نہیں دی گئی کہ وہ آپ کے نام اور صورت سے نیند میں آ جائے۔ تفصیلات شفاء قاضی عیاض اور وفاء الوفاء اور شروحِ شفا میں ملاحظہ ہوں۔ خلاصہ یہ کہ رائی کے برابر دل میں یقین آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو بس کافی ہے۔

☆: ...... حدیث میں جو آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آج جو لوگ زندہ ہیں، سو سال بعد ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا۔ محدثین نے اس کے عموم سے فائدہ اُٹھا کر خضر علیہ السلام کی وفات پر استدلال کیا ہے، مگر یہ استدلال قوی نہیں ہے، اس لیے کہ ایک تو ’’**ما من عام إلا وقد خص عنه البعض**‘‘، دوسری یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب صحابہؓ تھے، مطلب یہ تھا کہ آپ میں سے [یعنی عالم شہادت میں زندہ اور موجود لوگوں میں سے] سو سال بعد کوئی زندہ نہیں رہ سکے گا۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کا تعلق عالم شہادت سے نہیں، وہ درحقیقت رجال الغیب میں سے ہیں، تو حدیث کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، تو ممکن ہے کہ وہ زندہ ہوں اور یہی صوفیاءِ کرام کا مذہب ہے۔

☆: ......روح کے بارے میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب لکھی ہے، جس کا نام ’’**لطائف القدس بمعرفة النفس**‘‘ ہے اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس طرز پر ’’**ألطاف القدس**‘‘ فارسی زبان میں لکھی۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ میں بھی کچھ نامکمل تفصیلات لکھی ہیں۔ شاہ صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ قرآن نے روح کی حقیقت کو معلوم کرنے سے روکا نہیں اور اس کی حقیقت کو پہنچنا ممکن

ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تفصیلات اس لیے بیان نہیں کی ہیں کہ اس وقت کے لوگوں اور آئندہ آنے والی نسلوں کے عامۃ الناس کے اذہان اس کے ادراک سے قاصر تھے۔ شاہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ روح عالم خلق میں سے نہیں، بلکہ عالم امر میں سے ہے۔ اس کے بارے میں جو کچھ لکھا جائے یا کہا جائے، تحقیقات کی جائیں تو وہ کم ہوں گی، اس کی حقیقت کو پانا مشکل ترین امر ہے۔ اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

☆:......مسجد کے اندر علومِ دینیہ کا درس دینا جائز ہے، غیر دینی علوم پڑھانا جائز نہیں تو اس بنا پر مسجد میں فلسفہ اور اشعارِ جاہلیت کی تعلیم دینا جائز نہیں، اگر چہ علم دین کے لیے وسیلہ ہیں، چنانچہ ہمارے اکابرِ دیوبند اس سے احتراز کیا کرتے تھے۔ منطق کا پڑھانا جائز ہے، کیونکہ اس میں کفریات وخرافات نہیں ہیں، اگر چہ بعض محدثین مثلاً ابوعمرو ابن صلاحؒ اور علامہ سیوطیؒ وغیرہ کی شاذ رائے ہے کہ منطق بھی ان علوم میں سے ہے، جن کا حاصل کرنا حرام ہے، مگر یہ رائے قابلِ اعتبار نہیں۔

☆:......حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ [المتوفی ۱۳۲۳ھ] حضرت انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ تھے اور دار العلوم دیوبند میں مسلم شریف وغیرہ کا درس دیا کرتے تھے، بعد میں وہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں کے لوگوں نے آپ سے کہا کہ: ہمیں منطق کی تعلیم دیں تو آپ نے فرمایا کہ: منطق کی جو مدون کتب ہیں ان کو تو نہیں پڑھاؤں گا، البتہ خود کتاب لکھ کر وہ پڑھا دوں گا، چنانچہ انہوں نے خود ایک کتاب لکھی جس میں امثلہ قرآن وحدیث سے لیں۔ وہ کتاب چھپی ہے، اور میں نے اس کا قلمی نسخہ بھی دیکھا ہے۔

☆:......''**کتاب العلم**'' میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۳ رمرفوع احادیث ذکر کی ہیں جن سے تقریباً ۱۵۰ تک مسائل کا استنباط کیا ہے جو علم، عالم اور متعلم کے آداب سے متعلق ہیں۔ **فجزاہ اللّٰہ خیرا**

☆:......آیتِ وضو کے نزول (جو غزوۃ المریسیع کے موقع پر نازل ہوئی تھی) سے اٹھارہ برس پہلے وضو کی تشریع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہوئی ہے اور پھر اٹھارہ برس بعد قرآن نے اس کی تائید کی۔ اس سے ایک اصولی بات معلوم ہوتی ہے کہ شرائعِ الٰہیہ کا مدار نبوت اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات پر ہوتا ہے۔ اصل میں نبی کے قول وفعل وغیرہ سے امورِ شرعیہ کا ثبوت ہوتا ہے اور تشریع امورِ قرآن کے نزول پر موقوف نہیں۔

☆:......''تضمین'' کا معنی یہ ہے کہ دو متقارب المعنی فعلین کے دو معمول ہوں تو احد الفعلین کو حذف کر کے اس کے معمول کو دوسرے فعل کے معمول پر عطف کر دیا جائے تو اس طرح دو معمولین، عاملین مختلفین کے ایک عامل کے تحت آجائیں گی، جیسا کہ ''**علفنا ھا تبنا وماء باردا**'' اور ''**فزججن العیون والحو اجب**''

☆:...... ''إطالة الغرة'' والی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہ اُمتِ محمدیہ کے افراد کے اعضائے وضو پر نور ظاہر فرمادیں گے اور یہ اعزاز صرف اسی اُمت کو حاصل ہوگا کہ ان کے وضو کا اثر اس صورت میں ظاہر ہو جائے گا، کیونکہ وضو پہلی اُمتوں کے لیے بھی تھا، مگر ان کے وضو پر یہ اثر مرتب نہیں ہوگا۔

☆:......بعض روایات کے بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے اختلاف کیا ہے اور اپنی روایت کو بخاریؒ کی روایت پر ترجیح دی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہر جگہ واجب التسلیم نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ بخاریؒ کی ہر روایت ترمذیؒ وغیرہ کی ہر روایت سے اصح ہو، اس لیے اگر کسی حنفی محقق نے بخاریؒ کی رائے سے کہیں اختلاف کیا یا ترمذیؒ وغیرہ کی روایات کو بخاریؒ کی روایات پر ترجیح دی تو اس پر چراغ پا ہو کر برسنا اور چیخنا حماقت ہے۔

☆:......حنفیہ کی چار شخصیتیں ایسی ہیں جن کی تصنیفات سے کوئی محقق عالم مستغنی نہیں ہوسکتا: ۱:-امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''شرح معانی الآثار'' اور ''مشکل الآثار'' ۲:-ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کی ''أحکام القرآن'' اور ''الفصول فی الأصول'' ۳:-علامہ ماردینی رحمۃ اللہ علیہ کی ''الجوهر النقی فی الرد علی البیهقي'' ۴:-حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کی ''نصب الرایة'' یہ چار شخصیات تحقیق کے بارے میں حنفیہ کے ائمہ اربعہ ہیں۔ ابن الہمامؒ کی ''فتح القدیر'' میں جتنا ذخیرہ احادیث کا ہے وہ ''نصب الرأیة'' سے ماخوذ ہے اور حافظ عینیؒ کے ''عمدة'' سے بھی۔ حنفی محدث بخاری کا پڑھانے والا اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

☆:......صیغۂ تمریض کے ساتھ بخاریؒ جب کسی حدیث کا تذکرہ کرتے ہیں تو وہاں حدیث یا تو ساقط ہوتی ہے یا ضعیف ہوتی ہے یا پھر اس حدیث سے استدلال اپنے موضوع پر کمزور ہوتا ہے۔

☆:...... ''زادالمعاد فی هدي خیر العباد'' اچھی اور نفیس کتاب ہے، اس میں بہت سارے نفائس اور عمدہ ابحاث ہیں۔ ابن القیمؒ بہت ہی وسیع المطالعہ کثیر التصانیف شخصیت تھے: ''وکان جماعا للکتب'' اور کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی سالہا سال تک اسی کی کتابیں بکتی رہیں، مگر تعجب یہ ہے کہ ان کی ساری تصانیف میں نفائس کے ساتھ عجائب بھی ہوتے ہیں، ''زادالمعاد'' میں عمدہ اور نفیس مباحث کے ساتھ بعض غلط اور سطحی قسم کی باتیں بھی ملتی ہیں۔

حضرت شیخ نے اس پر ایک لطیفہ سناتے ہوئے فرمایا کہ: شیخ (حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ: ایک دن میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا، ان کے ہاتھ میں ''زادالمعاد'' تھی، مطالعہ کے دوران ان پر کچھ تعجب اور حیرت کی کیفیت طاری ہوگئی، تو میں نے عرض کیا: حضرت! کیا

بات ہے؟ فرمایا کہ: بہت اوپری باتیں کررہا ہے، یعنی آپ کو تعجب ہوا کہ ایسا ذہین اور وسیع النظر شخص کس طرح اس قسم کی سطحی بات کہنے پر اُتر آتا ہے۔ دراصل اس قسم کی باتیں اس وقت انسان کرجاتا ہے جب تعصب اور محبت کے جذبہ میں آجاتا ہے، سچ ہے: ''حبک الشئی یعمی ویصم.''

☆:......فرمایا کہ: ''إعلام المُوَقِّعین''، بعض پہلوؤں سے اچھی کتاب ہے، لیکن بعض پہلو اچھے نہیں۔

☆:...... بخاری، ص:۶۱، ج:۱، قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لعن اللّٰہ الیہود، ترجمہ میں مذکور دعویٰ کے لیے یہ تعلیل بظاہر بہت دقیق ہے، اس لیے شارحین نے اس کو حل نہیں کیا اور جو کچھ لکھا ہے وہ ناقابلِ فہم ہے۔ بخاریؒ کا مدعا یہ ہے کہ قبر کی موجودگی میں نماز پڑھنا ناجائز ہے، جب تک نبش نہ کی جائے نماز ناجائز ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خود بھی واجب الاحترام ہیں اور ان کی قبور بھی قابلِ احترام ہیں، ان کی قبر کے پاس نماز پڑھنا اور ان کو سجدہ گاہ بنانا جائز نہیں تو مشرکین وغیرہ کی قبور کے پاس بغیر نبش کے کیسے نماز جائز ہوسکتی ہے؟!

☆:......عہدِ نبوت کے دس سالہ مدنی دور میں اصحابِ صفہ (رضی اللہ عنہم) کی مجموعی تعداد تین سو بیالیس تک پہنچی ہے۔ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک کتاب لکھی ہے۔

☆:......شملہ میں ایک موقع پر حضرت مولانا عثمانیؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰنؒ، حضرت مولانا خلیل احمدؒ، حضرت مولانا تھانویؒ اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمع ہوئے، بعض لوگوں نے تقاضا کیا کہ قرآن کے اعجاز پر تقریر ہو، اس کے لیے حضرت شاہ صاحبؒ منتخب ہوئے۔ تقریر سے پہلے حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: اعجازِ قرآن پر میری تقریر اس شخص کے سمجھ میں آئے گی جس کو بارہ ہزار اشعار دورِ جاہلیت کے یاد ہوں اور بلاغت وفصاحت کے قواعد پر عبور ہو۔ بہرحال آپ نے ڈیڑھ یا دو گھنٹہ تقریر کی، تقریر کے خاتمہ پر حضرت مولانا تھانویؒ نے فرمایا: سبحان اللہ! آج ہمیں اپنے جہل کا علم ہوا۔

☆:......''بنی اللّٰہ لہٗ بیتا فی الجنۃ'' یہ حدیث تقریباً بیس صحابہؓ سے منقول ہے اور معناً تواتر تک پہنچی ہے، اس میں جو اشکال ہے اس کی دس توجیہات کی گئی ہیں۔ ایک توجیہ جو میں نے کی ہے وہ سب سے ظاہر ہے، وہ یہ کہ ''بانیین'' میں فرق اور ''مبنیٰ'' میں فرق اور ''دارین'' میں فرق ہے تو مماثلت ''بناء بالمعنی المصدری'' میں ہے، نہ کہ ''بناء مبنی للمفعول'' میں۔ فرمایا کہ: میں نے ڈابھیل میں حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ توجیہ سنائی تو خوش ہوئے اور دعا دی اور فرمایا کہ: تعجب ہے! سب سے اچھی توجیہ یہ ہے اور ظاہر بھی، پھر کیسے لوگوں کی نظروں سے غائب رہی۔

☆:...... جب امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ ایک قول پر متفق ہوں تو وہ ''من حیث الحدیث''

اقویٰ ترین مذہب ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ جس قول پر متفق ہوں تو وہ ''من حیث التعامل'' اقویٰ ترین مذہب ہوگا اور جب امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ ایک قول پر متفق ہوں تو وہ ''من حیث التفقہ'' اقویٰ ترین مذہب ہوگا۔

☆:......''**فإن شدة الحر من شدة فيح جهنم**'' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام ممالک میں یہ مشاہدہ ہے کہ گرمی وسردی اور صیف وشتاء کا مدار سورج کے قرب وبعد پر ہوتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شدتِ حر کا باعث اور سبب ذاتِ شمس میں ہے۔ اس کا جواب اجمالاً تو یہ ہے کہ شارع علیہ السلام تعلیم شرائع کے لیے مبعوث ہوئے تھے، جن کا ادراک عقولِ عامہ سے باہر ہے، رہے وہ اُمور جو ظاہری اسباب پر مبنی ہوں، تو انبیاء علیہم السلام ایسی چیزوں اور اس کے اسباب سے بحث نہیں کرتے۔ اس جواب کی تفصیل یہ ہے کہ یہ بات مشاہدہ کی ہے کہ شدتِ گرمی کا سبب سورج کا قریب آجانا ہے، اس لیے یہ بات تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے بعید تر ہے کہ وہ اس ظاہری سبب کو بیان فرماتے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تو یہ ہے کہ جو چیز دوسروں کی نظروں سے مخفی ہے اور ان کی عقول سے ماوراء ہے، اس کو ظاہر فرمادیں۔ دنیا کے تمام اہلِ عقل اس پر متفق ہیں کہ اس عالم میں کرۂ شمس سے گرم ترین کوئی چیز نہیں، اگر درمیانی فضا میں موانع نہ ہوتے، تو حجر وشجر، ضرع اور زرع سب جل جاتے، کوئی بھی متنفس زندہ نہ رہ سکتا، مگر سورج کے کرہ میں یہ حرارت کہاں سے آئی؟! اس حقیقت کے ادراک سے سب کے سب قاصر ہیں۔ اب یہ پیغمبر کا مقام تھا کہ اس نے وحی کے ذریعہ سے بتلادیا کہ سورج میں یہ حرارت ذاتی نہیں بلکہ مستفاد ہے جہنم سے، اللہ تعالیٰ نے کرۂ شمس میں یہ قوتِ جاذبہ اور خاصہ پیدا کردیا ہے کہ وہ جہنم سے حرارت کو جذب کرلیتا ہے اور پھر شعاعِ شمس کے انعکاس سے یہ حرارت دنیا کو پہنچتی ہے اور اس کو متوازن بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہوا وغیرہ کے کرات بنادیئے۔ اب دنیا کا نظام اس حرارت سے چل رہا ہے۔

☆:...... مدینہ منورہ میں ایک بزرگ رہتے تھے جو بھیڑ بکریاں پالتے تھے اور خود دودھ نکالتے تھے، ایک دن اتفاق سے وہ بکری سے دودھ نکالنے میں مصروف تھے کہ میں آگیا، اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا: ''**وكان رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم **يحلب شاته**'' تو میں نے کہا: ''**نعم وكان يكنس بيته**'' اور پھر ارتجالاً میں نے یہ شعر کہا:

ألا يا صاحب الشاة والغنم !!!

هنيئاً لک سنة هادى الأمم

(جاری ہے)

.....✽.....✽.....✽.....

وہ کیا ہی بے توفیق انسان ہے کہ جس کے دل میں جانداروں پر رحم کرنے کی عادت نہیں ۔ (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

قدیم تعمیر شدہ مساجد کی شرعی و قانونی حیثیت!

اکابرِ اُمت کی نظر میں

ادارہ

آج سے تقریباً ۵۸/ ۵۹ سال قبل سنہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۶۲/ ۱۹۶۳ء میں قدیم مساجد کی شرعی و قانونی حیثیت اور اُن کے سرکاری انہدام کے ارادوں سے متعلق ایک مفصل فتویٰ لکھا گیا تھا جو اُس وقت وسیع پیمانے پر طبع ہوکر اُمت کی رہنمائی کا ذریعہ بنا تھا، جس پر اُس وقت کے تقریباً تمام معروف اہلِ فتویٰ اور صاحبانِ علم کی توثیقات بھی ثبت ہیں۔ قدیم علمی ورثہ اور فی زمانہ دینی خیرخواہی اور شرعی رہنمائی کے لیے شاملِ اشاعت کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرعِ متین اس معاملہ میں کہ شہر کراچی کے وسط میں ایک ڈاک خانہ ہے اور اُس کے گوشہ میں نماز پڑھنے کا ایک چبوترہ پاکستان اور تقسیم سے پہلے سے موجود تھا، جس پر لوگ نماز پڑھتے تھے۔ پاکستان کے قیام کے بعد نمازی بکثرت جمع ہوتے اور نماز جماعت سے ادا کرتے رہے۔ عام چندہ سے اہلِ محلّہ نے ایک سائبان بھی ڈال لیا، ایک گز اونچی محراب کے گرد دیوار بھی تھی۔ حوض اور ٹونٹیاں بھی وضو کے لیے موجود تھیں۔ اہلِ محلّہ اور ملازمانِ ڈاک خانہ نے اس کی تعمیر کا ارادہ کیا، اور ملازمانِ ڈاک خانہ نے از سرِ نو تعمیرِ مسجد کے لیے اپنے افسرانِ اعلیٰ سے درخواست دے کر اجازت بھی طلب کی اور اس محکمہ کے افسرِ اعلیٰ ڈائرکٹر جنرل اور پوسٹ ماسٹر جنرل نے اجازتِ تعمیرِ مسجد کی دے دی اور نقشہ دومنزلہ بھی تیار ہوکر منظور ہوگیا۔ بنیاد از سرِ نو تعمیرِ مسجد کے لیے ایک جلسہ ۱۰/ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو ہوا، جس میں معززینِ شہر، علماء، حکام، عوام سب شریک تھے اور عام مسلمانوں کے چندہ سے یہ مسجد دومنزلہ تعمیر ہوکر مکمل ہوگئی۔ اور دس سال سے عام مسلمان نمازِ جمعہ بھی ادا کرتے ہیں اور عام چندہ ہی سے اخراجات اس مسجد کے پورے ہوتے ہیں۔

عدالتی قانون کے تحت اب بتایا گیا ہے کہ یہ وقف اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ڈائرکٹر جنرل

صاحب اجازت دینے کے مجاز نہیں تھے، وزارت سے اجازت لینا چاہیے تھا، عام مسلمان مسجد اور وقفِ عام ہی کی نیت سے اس کی تعمیر میں روپیہ لگا چکے ہیں۔محکمہ نے کوئی ادنیٰ رقم بھی مسجد پر صرف نہیں کی ہے۔ از روئے شرع شریف اس مسجد کے لیے کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔فقط والسلام المستفتی: محمد موسیٰ لطفی

اہلِ اسلام کے انتشار کو دور کرنے اور کلی اطمینان حاصل کرنے کے لیے اپنے مخلص احباب ودوستوں کی جد وجہد سے حضرات علماء کرام ومفتیانِ عظام سے مسجد متصل سٹی پوسٹ آفس جو کہ خالص لوجہ اللہ عام مسلمانوں نے مسجد کو مسجد اور وقفِ عام سمجھتے ہوئے از سرِنو تعمیر کیا ہے، اور معاندین کی نظرِ بد نے آپس ہی میں اس مسجد اور وقفِ عام کو زیرِ بحث بنا دیا اور یہ لفظی اور تحریری بحث طول پکڑ گئی۔

اس لیے یہ فتویٰ شرعی احکام اور کتاب وسنت کے مکمل دلائل کے ساتھ حاصل کر کے عام اطمینان اور شرعی حیثیت سے واقفیت کے لیے اس کو ہم شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ اب کسی متنفّس کو بھی مسجد کے وقفِ عام ہونے میں شک نہ رہے گا اور ہم سب پورے اجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔إن شاء اللّٰہ تعالٰی ، وما توفیقي إلا باللّٰہ .

ڈاکٹر محمد موسیٰ لطفی ،صدر، کراچی نمبر:۳

الجواب

مساجد شعائرِ اسلام میں سے ہیں۔قرآن کریم اور حدیثِ نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں اُن کے شرف وفضل اور احکام کو مختلف جہات سے بیان فرمایا گیا ہے۔اس سلسلہ میں پہلے قرآن کریم کی آیات پر نظر ڈالیے، ارشادِ ربانی ہے:

’’وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ أَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا . ‘‘(البقرہ:۱۱۴)

’’اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے اور اُن کے اُجاڑنے کی کوشش کی۔‘‘

آیتِ کریمہ جہاں مساجد کے شرف وفضل کو بیان کر رہی ہے وہاں مساجد کے منہدم کرنے والے اور اس کی تخریب کی کوشش کرنے والے کی شدید مذمت کر رہی ہے اور ایسے شخص کو سب سے بڑا ظالم کہا جا رہا ہے۔آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کو مساجد کی تعمیر اور ان کی کثرت سے روکا نہیں جائے گا، بلکہ اس سلسلہ میں ان کی ہمت افزائی کی جائے گی، چنانچہ مفسر کبیر ابو عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی اپنی تفسیر ’’الجامع لأحکام القرآن‘‘ میں اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

’’ولا یمنع بناء المساجد إلا أن یقصدوا الشقاق والخلاف بأن یبنوا مسجدًا إلٰی جنب

مسجد أو قربه يريدون بذٰلک تفريق أهل المسجد الأول وخرابه.'' (ج:۲،ص:۷۸)

''مساجد کی تعمیر سے کسی کو روکا نہیں جائے گا، سوائے اس کے کہ تعمیر کرنے والوں کا ارادہ اختلاف اور پھوٹ ڈالنا ہو، اس طرح کہ وہ کسی دوسری مسجد کے پہلو میں یہ مسجد تعمیر کریں اور اُن کا مقصد پہلی مسجد کے نمازیوں میں تفریق ڈالنا ہو۔''

امام رازیؒ اپنی تفسیر میں رقم فرماتے ہیں:

''السعي في تخريب المسجد قد يكون لوجهين : أحدهما منع المصلين والمتعبدين و المتعهدين له من دخوله ، فيكون ذٰلک تخريبًا. والثاني بالهدم والتخريب.'' (ج:۱،ص:۲۸۳)

''مسجد کی تخریب کی کوشش دوصورتوں سے ہوتی ہے: ۱:- نماز پڑھنے والوں اور عبادت کرنے والوں کو مسجد میں داخل ہونے سے روکنا۔ ۲:- مسجد کو ویران اور منہدم کرنا۔''

اور سورۂ توبہ میں ہے:

''إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰى أُولٰئِكَ أَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ.'' (التوبہ:۳)

''ہاں! اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا اُن لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں۔''

آیتِ کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی مساجد حقیقۃً ایسے ہی اولوا العزم مسلمانوں کے دم سے آباد رہ سکتی ہیں جو دل سے خدائے واحد اور آخری دن پر ایمان لا چکے ہیں، جوارح سے نمازوں کی اقامت میں مشغول رہتے ہیں، اموال میں باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، اسی لیے مساجد کی صیانت وتطہیر کی خاطر جہاد کے لیے تیار رہتے ہیں۔

آیتِ کریمہ سے یہ بھی بصراحت معلوم ہورہا ہے کہ مساجد کی تعمیر کرنا کسی کے ایمان کی بڑی شہادت ہے۔ علامہ قرطبیؒ اس آیت کے ذیل میں تفسیر ''**الجامع لأحكام القرآن**'' میں رقم طراز ہیں:

''دليل على أن الشهادة لعمار المساجد بالإيمان صحيحة وقد قال بعض السلف: إذا رأيتم الرجل يعمر المسجد فحسنوا به الظن'' (ج:۸،ص:۹)

''آیتِ کریمہ اس امر پر دلیل ہے کہ مساجد کی تعمیر کرنے والوں کے ایمان کی شہادت صحیح اور درست ہے، اسی لیے بعض سلف کا قول ہے جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد کی آبادکاری میں کوشاں ہو تو اس کے ساتھ حسن ظن رکھو۔''

سورۂ نور میں ارشادِ الٰہی ہے:

''فِيْ بُيُوْتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ.'' (النور:۵)

''ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا ہے اُن کو بلند کرنے کا اور وہاں اس کا نام پڑھنے کا، یاد کرتے ہیں اس کی وہاں صبح اور شام۔''

اس سے پہلے کی آیات میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے تمام موجودات کی نمود ہے، پھر مؤمنین مہتدین کو اس نورِ الٰہی سے ہدایت وعرفان کا جو خصوصی حصہ ملتا ہے اس کو ایک بلیغ مثال سے سمجھایا گیا ہے، اس کے بعد فرمایا جارہا ہے کہ یہ روشنی اللہ کے اُن گھروں (مساجد) میں ملتی ہے، جن کو بلند رکھنے اور اُن کی تعظیم وتطہیر کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ اُن کو ہمیشہ ذکر، تسبیح اور عبادتِ الٰہی سے آباد رکھا جائے۔ آیتِ کریمہ سے بصراحت مساجد کی تعظیم اور اُن کو آباد کرنے کا حکم معلوم ہو رہا ہے۔

آیات کے بعد جب ہم احادیث کی طرف آتے ہیں تو اس بارے میں کثرت سے احادیث ملتی ہیں۔ اختصار کو مدِنظر رکھتے ہوئے یہاں چند احادیث پر اکتفا کیا جاتا ہے:

''عن أبی هريرةؓ قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: أحب البلاد إلی اللّٰه مساجدها وأبغض البلاد إلی اللّٰه أسواقها.'' (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ: سب جگہوں میں پسندیدہ جگہ اللہ کے نزدیک مساجد ہیں اور مبغوض ترین جگہیں اللہ کے نزدیک بازار ہیں۔''

''عن عثمانؓ قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: من بنٰی مسجدًا يبتغي به وجهَ اللّٰه بنی اللّٰه لهٗ بيتًا مثلهٗ في الجنة.'' (بخاری)

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ: جو شخص اللہ کی رضاجوئی کے لیے مسجد بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس کے مثل گھر بنائے گا۔''

''عن بريدةؓ قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: بشر المشائين في الظلم إلی المساجد بالنور التام يوم القيامة.'' (ترمذی)

''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ: جو لوگ اندھیرے میں مسجد کی طرف جاتے ہیں ان کو قیامت کے روز نورِ تام کی بشارت دو۔''

بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ روایت ہے جس میں اُن سات قسم کے لوگوں کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ قیامت میں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا، ان میں سے ایک قسم یہ بھی ہے:

''ورجل قلبهٗ معلَّقٌ بالمسجد''...... ''وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہے۔''

قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں آیتِ کریمہ ''فِيْ بُيُوْتٍ أَذِنَ اللّٰهُ'' کے ذیل میں یہ حدیث درج کی ہے:

''رواه أنس بن مالک عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قال: من أحب اللّٰه

عـز وجل فليُحِبَّنى ، ومن أحبَّنى فليحبّ أصحابى ، ومن أحب أصحابى فليحبّ القـرآن ، ومـن أحب القرآن فليحب المساجد ، فإنها أفنية اللّٰه وأبنيته ، أذن اللّٰه فى رفـعهـا وبـارك فيهـا ميمونة ميمون أهلها محفوظة محفوظ أهلها ، هم فى صلاتهم واللّٰه عز وجل فى حوائجهم ، هم فى مساجدهم واللّٰه من ورائهم.'' (ج:۱۲،ص:۲۶۶)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرے اصحابؓ سے محبت کرے اور جو میرے اصحابؓ سے محبت کرے وہ قرآن سے محبت کرے اور جو قرآن سے محبت کرے اس کو چاہیے کہ مساجد سے محبت کرے، کیونکہ یہ مساجد اللہ کے گھر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے بلند کرنے کا حکم دیا ہے اور برکت رکھی ہے اُن میں، مسجد والے بھی برکت والے ہیں، یہ مسجدیں بھی اللہ کی حفظ وامان میں ہیں اور یہاں آنے والے یہ لوگ اپنی نماز میں لگے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی کارسازی میں۔''

دین میں مساجد کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ نے اسلامی حکومت کا فریضہ رکھا کہ وہ اسلامی حکومت کے زیراثر شہروں اور آبادیوں میں مساجد تعمیر کرے اور بیت المال کی خاص مد سے اس کے مصارف برداشت کرے، چنانچہ فقہاء بیت المال کے مصارف کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

''ورابعهـا فـمـصـرفـه جهات ... من أنه يصرف إلى المرضى والزمنى واللقيط وعمارة القناطر والرباطات والثغور والمساجد وما أشبه ذٰلک .'' (ردالمحتار، باب العشر، ج:۲،ص:۳۳۸)

ترجمہ: ''اور چوتھے حصے کے مصارف چند جہات ہیں کہ ان کو بیماروں، اپاہجوں اور لاوارث بچوں، پلوں، سراؤں اور سرحدوں اور مساجد پر صرف کیا جائے۔''

اور علامہ قرطبیؒ اپنی تفسیر میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''قـال أبـوحـنيـفة : ويبـدأ من الخمس بإصلاح القناطر وبناء المسجد وأرزاق القضاة والجند ، وروي نحو ذٰلک عن الشافعي أيضًا.'' (ج:۷،ص:۱۱)

''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: پانچویں حصہ کی تقسیم، پلوں کی مرمت، مساجد کی تعمیر، قاضیوں اور فوج کی تنخواہوں سے شروع کی جائیں۔ امام شافعیؒ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔''

لہٰذا اسلامی حکومت کے جہاں بہت سے فرائض ہیں، وہاں یہ بھی اہم فریضہ ہے کہ لوگوں کی ضرورت وحاجت کے پیشِ نظر مساجد تعمیر کریں۔ البتہ اگر بدقسمتی سے کوئی حکومت اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہے تو عوام پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی ضرورت وحاجت کے پیشِ نظر مساجد کی تعمیر کرے اور امام وخطیب اور مؤذن کی تقرری اور تولیت کے انتظامات اپنے ذمہ لیں۔

دیکھئے! جمعہ اور عیدین کے انتظامات امام اور حکومتِ اسلامی کے فرائض میں سے ہے، بلکہ

امامتِ کبریٰ کے مقاصد میں اس کو داخل کیا گیا ہے۔ فقہاء اسلام نے جہاں امامتِ کبریٰ (خلافت) کی ضرورت کو بیان کیا ہے، وہاں تصریح کی ہے:

’’والمسلمون لابد لهم من إمام يقوم بتنفيذ أحكامهم وإقامة حدودهم وسد ثغورهم وتجهيز جيوشهم وأخذ صدقتهم وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق وإقامة الجمع والأعياد.‘‘ (ردالمحتار، ج:۱،ص:۵۱۲)

’’مسلمانوں کے لیے ایک امام ہونا ضروری ہے جو احکام جاری کرے، حدود قائم کرے، سرحدوں کی حفاظت کرے، فوج کو تیار رکھے، زکوٰۃ وصول کرے، باغیوں، چوروں، ڈاکوؤں کو مقہور کرلے، جمعہ اور عیدین کی اقامت کرے۔‘‘

اب اگر کوئی اسلامی حکومت اس فریضہ سے غافل رہتی ہے تو یہ اس کی بہت بڑی کوتاہی ہے اور اپنے منصب سے غفلت ہے اور جب حکومت غفلت کرے تو عوام اور پبلک پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس کے انتظامات کریں، چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے:

’’ولهذا لو مات الوالی أو لم يحضر لفتنة ولم يوجد أحد ممن لهٗ حق إقامة الجمعة نصب العامة لهم خطيبًا.‘‘ (ردالمحتار، ج:۱،ص:۷۴۸)

’’اسی لیے اگر کوئی مرجائے یا وہ فتنے کی بنا پر موجود نہ ہو اور کوئی ایسا آدمی بھی نہ ہو جس کو جمعہ کی اقامت کا حق ہے تو عوام اور پبلک اپنے لیے خطیب کے انتظامات کرلیں۔‘‘

اسی طرح اس قسم کے بہت سے اُمور میں شریعت نے عوام کو اختیارات دیئے ہیں، مندرجہ ذیل جزئیات پر غور کیجئے:

ردالمحتار میں ہے:

’’ولهم نصب متولٍ وجعل المسجدين واحدًا أو عكسه لصلاة‘‘ (ردالمحتار، ج:۱،ص:۶۶۰)

’’اور عوام کو متولی مقرر کرنے اور نماز کے لیے دو مسجدوں کو ایک کرنے یا ایک مسجد کو دو مسجدیں کرنے کا حق حاصل ہے۔‘‘

البحر الرائق میں ہے:

’’وفی الخانية طريق للعامة وهي واسع فبنى فيه أهل المحلة مسجدًا للعامة ولايضر ذٰلک بالطريق، قالوا: لابأس به، وهٰكذا روي عن أبی حنيفةؒ ومحمدؒ أن الطريق للمسلمين والمسجد لهم أيضًا.‘‘ (ج:۵،ص:۲۷۶)

’’خانیہ میں ہے: عوام کا ایک راستہ ہے اور وہ وسیع ہے، محلّہ والے اگر اس میں مسجد تعمیر کرلیں اور اس تعمیر سے راستے کی آمد ورفت میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو فقہاء اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ سے اسی طرح مروی ہے کہ راستہ بھی مسلمانوں کا ہے اور مسجد بھی

انہی کی ہے ۔‘‘

فتاویٰ عالمگیریہ میں مرقوم ہے:

’’ذکر فی المنتقٰی عن محمد رحمه اللّٰه فی الطریق الواسع بنٰی فیه أهل المحلة مسجدًا وذٰلک لایضر بالطریق ، فمنعهم رجل ، فلابأس أن یبنوا .‘‘ (ج:۲،ص:۴۵۶)

’’منتقٰی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک وسیع راستہ ہے، محلّہ والوں نے اس میں مسجد تعمیر کرلی اور راستہ کی آمد ورفت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو اگر کوئی شخص منع بھی کرے، تب بھی مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔‘‘

فتاویٰ حمادیہ میں ہے:

’’من الغیاثیة نهر لأهل قریة فأراد جماعة أن یبنوا علیه مسجدًا فلابأس به.‘‘ (ج:۱،ص:۳۴۸)

’’فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ کسی گاؤں کی نہر ہے، ایک جماعت اس کے اوپر اگر مسجد تعمیر کرلے تو کچھ حرج نہیں ہے ۔‘‘

پاکستان بن جانے کے بعد حکومت کے جہاں اور اہم فرائض تھے، وہاں یہ بھی فریضہ تھا کہ آبادی کے تناسب سے جگہ جگہ مساجد تعمیر کرتی، یہ عجیب سی صورت حال ہے کہ یہاں کالونیاں اور بستیاں تعمیر کی جاتی ہیں جن میں ہسپتالوں، اسکولوں، کھیل کے گراؤنڈ اور سینماؤں کے لیے پہلے سے جگہیں مقرر کرلی جاتی ہیں، لیکن مساجد کے لیے آبادی کے تناسب سے جتنی ضرورت ہے اتنا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باوجود اس امر کے کہ آج کل مسلمانوں میں روز بروز دینی انحطاط ہوتا جارہا ہے اور اس لیے نمازیوں کی تعداد میں برابر کمی ہوتی جارہی ہے، تاہم مساجد کی قلت میں فرق نہیں پڑتا اور نمازی اپنی ضرورت کے لحاظ سے اس بات پر مجبور ہوتے ہیں کہ وہ مناسب جگہ پر مسجد کی تعمیر کریں، لیکن اس صورت میں ہمت افزائی کرنے کی بجائے طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں۔ یہ عجیب سی صورت حال ہے، حکومت اس بارے میں جس قدر جلد نظر ثانی کرے بہتر ہے۔

اس تمہید کے بعد اس مسجد کے متعلق حکم شرعی تحریر کیا جاتا ہے جس کے متعلق استفتاء کیا جارہا ہے۔

شریعت کے احکام کی روشنی میں یہ مسجد ہوچکی ہے، اس کو نہ اب توڑا جاسکتا ہے اور نہ دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے، دینی اُمور میں عدالتی قانون کو شرعی قانون کے مقابلے میں کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔

اس کا مسجد ہونا چند وجوہ سے ظاہر ہے:

الف: جب ڈاک خانے والوں نے مسجد کے لیے ایک علیحدہ جگہ مقرر کردی اور نماز پڑھنے کی اجازت دے دی تو یہ مسجد ہوگئی:

’’أشار بإطلاق قوله ویأذن للناس فی الصلاۃ أنهٗ لایشترط أن یقول: أذنت فیه

بالصلاة جماعة أبدًا بل الإطلاق کاف۔'' (البحرالرائق ج:۵،ص:۲۶۹)

''بنی فی فنائہٖ فی الرستاق دکانا لأجل الصلاة یصلون فیه بجماعة کل وقت فلهٗ حکم المسجد۔'' (البحرالرائق، ج:۵،ص:۲۷۰)

''وقد رأینا ببُخاری وغیرها فی دور و سکک فی أزقة غیر نافذة من غیر شک الأئمة والعوام فی کونها مساجد ، فعلی هذا المساجد التی فی المدارس بجُرجانیّة خوارزم مساجد لأنهم لایمنعون الناس من الصلاة فیها ، وإذا أغلقت یکون فیها جماعةٌ من أهلها۔'' (البحرالرائق، ج:۵،ص:۲۶۹)

''جعل وسط دارہٖ مسجدًا وأذن للناس فی الدخول والصلاة صار مسجدًا فی قولهم۔'' (البحرالرائق، ج:۴،ص:۲۷۰)

ب: جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے، عوام کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے لیے اگر مناسب سمجھیں تو شارعِ عام پر مسجد تعمیر کرسکتے ہیں، بشرطیکہ آمد ورفت میں کوئی خاص رکاوٹ نہ ہو اور ایسی صورت میں حکومت کو بھی اجازت دے دینا ضروری ہے۔ اہلِ محلّہ اور ڈاک خانے والوں نے اپنے شرعی حق کو استعمال کیا ہے، لہٰذا اُن کا فعل درست اور اُن کی تعمیر کردہ مسجد' مسجد ہے۔

ج: ڈاکخانے کے ایک ذمہ دار کی اجازت دے دینا اور نقشہ کا منظور ہوجانا سب اذن میں داخل ہے۔

د: دس سال سے حکومت کے سامنے نمازیں پڑھی جارہی ہیں اور ممانعت نہیں کی جارہی ہے۔

ھ: مسجد ایک مرتبہ تعمیر ہوجانے کے بعد ہمیشہ کے لیے مسجد ہوجاتی ہے، حتیٰ کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی نے غصب کرکے زمین حاصل کرلی اور اس پر مسجد تعمیر کرلی تو غاصب سے یہ تو کہا جائے گا کہ مالک کو ضمان ادا کردے، البتہ مسجد کو توڑا نہیں جائے گا۔ واللّٰہ تعالٰی أعلم وعلمه أتم وأحکم

کتبہ احقر العباد: ولی حسن عفی عنہ

دارالافتاء مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر:۵

۱۳؍رجب ۱۳۸۲ھ

الجواب صواب: محمد یوسف بنوری عفی اللہ عنہ

صحیح الجواب واللہ اعلم بالصواب: محمد عبدالرشید نعمانی غفر اللہ لہ

الجواب صحیح: اکبر علی اسلام آبادی

الجواب صواب: محمد خلیل، مدرسہ اشرف العلوم باغبانپورہ، گوجرانوالہ، ۳؍ربیع الثانی ۸۳ھ موافق ۶۳-۸-۲۴ء

الجواب حق صحیح: قاری محمد یوسف، ناظم تعلیماتِ قرآن، حیدرآباد اینڈ خیرپور ڈویژن، مغربی پاکستان

الجواب صحیح: عبدالغفور العباسی المہاجر بالمدینۃ المنورۃ

الجواب صحیح: محمود عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

الجواب اصاب: محمد موسیٰ عفی عنہ، مدرسِ اعلیٰ مدرسہ قاسم العلوم، ملتان
اصاب المجیب: محمد عبدالحق نافع عفی عنہ، زیارت کاکا صاحب، تحصیل نوشہرہ، ضلع پشاور
الجواب صواب: محمد ایوب بنوری غفرلہ، شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم سرحد، پشاور شہر
ما قال المجیب العلامہ فہو حق بلاریب، واللہ اعلم: عبدہ محمد شفیع عفی عنہ از سرگودھا، (مفتی ومہتمم مدرسہ سراج العلوم وخطیب جامع مسجد سرگودھا)
الجواب حق: سید حبیب اللہ شاہ، معلم اعلیٰ جامعہ عباسیہ، بہاولپور
الجواب صحیح: عبدالحنان خطیب جامع مسجد صدر، راولپنڈی
الجواب صواب: عبدالرقیب، مہتمم جامعہ اسلامیہ پاکستان، اکوڑہ خٹک، ضلع پشاور
الجواب صحیح: محمد مجاہد خان الحسینی، فاضل دیوبند، نوشہرہ کلاں، ضلع پشاور
الجواب صحیح: محمد عبدالقادر آزاد عفا اللہ عنہ، جنرل سیکرٹری اسلامی مشن پاکستان، بہاولپور
الجواب صحیح: فضل احمد غفرلہ، صدر مدرس مدرسہ دارالعلوم الاسلامیۃ، لکی مروت، ضلع بنوں
الجواب صحیح: محمد رمضان غفرلہ، میانوالی
الجواب صحیح: عبدہ محمد صادق عفا عنہ، سابق ناظم محکمہ اُمورِ مذہبیہ، بہاولپور
الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ، مہتمم مدرسہ خیر المدارس، ملتان
الجواب صحیح: عبداللہ عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس، ملتان
الجواب صحیح: عبداللہ غفرلہ، مدرس مدرسہ رشیدیہ، منٹگمری [ساہیوال]
الجواب صحیح: عبدالحکیم عفی عنہ، مہتمم مدرسہ فرقانیہ مدنیہ، راولپنڈی
الجواب صواب: محمد ادریس عفا عنہ، مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر: ۵
الجواب صحیح: فضل محمد عفا اللہ عنہ، مہتمم مدرسہ قاسم العلوم، فقیروالی
الجواب صحیح: عبدالحق غفرلہ، مہتمم دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک
الجواب صحیح: بندہ محمد اکبر خاں، مدرس مدرسہ عربیہ اشرف المدارس، گل امام، تحصیل ٹانک، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان
الجواب صحیح: قاضی عبدالصمد سربازی، قلات، قاضی القضاۃ محکمہ اُمورِ شرعیہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (مفتی اعظم پاکستان کراچی)

دارالافتاء مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کا فتویٰ متعلقہ مسجد پوسٹ آفس کراچی دیکھا، میرے نزدیک جواب صحیح ہے، اس مسجد کا مسجدِ شرعی اور وقف ہونا متعدد وجوہ سے ثابت ہے:

۱: یہ جگہ بناء پاکستان سے پہلے انگریزی حکومت کے زمانے سے مسجد بنی ہوئی ہے جس میں باقاعدہ نماز بجماعت ہوتی ہے اور عام مسلمان اس میں شریک ہوتے ہیں جو مسجدِ شرعی ہونے کی واضح علامت ہے، خصوصاً جبکہ اس وقت کے حکام نے اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں کیا۔

۲: پاکستان کے ایک اسلامی مملکت بن جانے کے بعد ضرورت کے مواقع میں مساجد کی تیاری

اور جو مساجد پہلے سے موجود ہیں، ان کی بقاء واستحکام کا فریضہ خود حکومت پر عائد ہوگیا اور اس نے بھی دس سال تک اپنے فرض کے مطابق اس کو قائم رکھا۔

۳: مسلمان اہلِ محلّہ اور ملازمین پوسٹ آفس نے ضرورت محسوس کرکے اس کو پختہ بنانا چاہا تو حکومت کے ذمہ دار افسر پوسٹ آفس سے اجازت طلب کی، اس کی اجازت دینے اور نقشہ پاس کرنے کے بعد مطمئن ہوکر غریب مسلمانوں نے بڑی مقدار میں چندہ جمع کرکے اس کو دومنزلہ تعمیر کرالیا۔ سال بھر سے زیادہ تعمیر کا سلسلہ چلتا رہا۔ اس دوران میں بھی حکامِ بالا میں سے کسی نے اس تعمیر کو قابلِ اعتراض نہیں سمجھا۔

مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر بلاشبہ یہ جگہ وقف اور مسجد شرعی ہے، اس پر کسی قسم کی دست اندازی اور خلافِ شرع تصرف نہ عام مسلمانوں کے لیے جائز ہے، نہ کسی حکومت کے لیے، یہ کہنا کہ جس افسر نے اجازت دی ہے وہ قانونی طور پر اجازت دینے کا مُجاز نہیں تھا، اول تو اس لیے صحیح نہیں کہ اس کی اجازت کا تعلق مسجد کے مسجد بننے سے نہیں، کیونکہ وہ تو پہلے ہی مسجد بنی ہوئی تھی، بلکہ اس اجازت کا تعلق اُس کے نقشہ اور موجودہ تعمیر سے ہے، اب اگر فی الواقع وہ قانونی طور پر اس اجازت کا مُجاز نہیں تھا تو اس کا فرض تھا کہ افسر متعلقہ کی طرف رجوع کرکے اجازت دیتا۔ عوام کو ان قانونی موشگافیوں سے ظاہر ہے کہ واقفیت نہیں ہوتی، جب اس نے اجازت دے دی اور اس کی بنا پر مسلمانوں کے عام چندہ سے مسجد تعمیر کرلی گئی اور سال بھر سے زیادہ اس کی تعمیر کا سلسلہ جاری رہا، اس درمیان میں کبھی حکامِ بالا کی طرف سے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوا تو اب یہ حکومت ہی کی اجازت سمجھی جائے گی۔

اس اجازت کے بعد اس کو ہٹانا یا اس میں کوئی ایسا تصرف کرنا جو عام مساجد میں جائز نہیں حکومت کے لیے بالکل غیر اسلامی اور ناجائز اقدام ہوگا اور مسلمانوں میں اضطراب وفتنہ کا موجب ہوگا۔

اگر فی الواقع قانونی ضابطہ پوری میں کوئی کوئی کمی رہ گئی ہے تو مسلم حکام بالا کے لیے مشکل نہیں ہے کہ اس کمی کو آج پورا کرکے خود بھی ثواب میں داخل ہوں اور مسلمانوں کو بھی اضطراب وانتشار سے محفوظ رکھیں۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ، دارالعلوم کراچی نمبر:۱

۱۴؍رجب ۱۳۸۲ھ

الجواب صحیح: سید اختر حسین عفی عنہ، مدرس دارالعلوم دیوبند، ضلع سہارنپور (انڈیا)

الجواب صواب: بندہ محمد بدرِ عالم عفی عنہ، المدینۃ المنورۃ

نَقدُ و نَظَر

ادارہ

اہلِ بیت رضی اللہ عنہم

جناب قائد العمروسی ۔ مترجم: مولانا سعید الرحمٰن علویؒ ۔ اہتمام: میاں غلام مرتضٰی کھٹانہ ۔ صفحات: ۱۹۰ ۔ قیمت: ۳۰۰ روپے ۔ ناشر: مکتبۂ جمال، تیسری منزل حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور ۔

زیرِ تبصرہ کتاب ''اہلِ بیتؓ'' عرب اسکالر محترم جناب قائد العمروسی مدظلہٗ کی تصنیف ہے، جسے جناب چوہدری ثناء اللہ بھٹہ مرحوم کے ایماء اور اصرار پر حضرت مولانا سعید الرحمٰن علویؒ نے عربی قالب سے اُردو زبان میں ڈھالا ۔ ترجمہ اس انداز کا کیا گویا یہ اصل کتاب ہے ۔ کتاب کا عنوان تو ''اہلِ بیتؓ'' لکھا ہے، لیکن اس میں: ۱: -حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا، ۲: - خاتم النبیین سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، ۳: - سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، ۴: - آپ کی چاروں صاحبزادیوں رضی اللہ عنہن کا ذکر کیا ہے ۔ اس کے ابتدائیہ کے عنوان کے تحت لفظ ''اہلِ بیتؓ'' کی تشریح قرآن وسنت کی روشنی میں فرمائی ہے ۔ دیباچہ میں خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے جانشین صاحبزادہ حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد دامت برکاتہم کا بہت ہی عمدہ مضمون لگایا ہے ۔ کتاب ہر اعتبار سے خوبصورت اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے ۔ بندہ نے اسے از اول تا آخر پڑھا ہے ۔ ایک مرتبہ یہ کتاب شروع کریں تو رکھنے کا جی نہیں چاہتا ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مصنف، مترجم اور اس کا ترجمہ کرنے والے اور شائع کرنے والے سب کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے ۔ کتاب میں پروف کی کچھ غلطیاں ہیں اور کاغذ بھی کتاب کے شایانِ شان نہیں ۔ اُمید ہے کہ اگلے ایڈیشن میں ان کی اصلاح کر لی جائے گی ۔

معرکۂ بالاکوٹ اور گوجر قوم

مولانا قاضی مہدی الزماں کھٹانہ ۔ اہتمام: میاں غلام مرتضٰی کھٹانہ ۔ صفحات: ۱۶۸ ۔ قیمت: ۳۰۰ روپے ۔ ناشر: مکتبۂ جمال، تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

اس کتاب کو مصنف نے ۶/ابواب پر تقسیم کیا ہے: ۱:- لفظ گوجر کی وجہ تسمیہ، ۲:- گوجر قوم کے ہم نسل قبائل اور ذیلی شاخیں، ۳:- گوجر حکومتیں اور ریاستیں، ۴:- سکھوں کے ساتھ مجاہدین کے جہاد کی ابتدا، ۵:- الزامات کا تاریخی جائزہ، ۶:- جنگ آزادی ۱۸۵۷ء اور گوجر قوم۔

اس کتاب میں بہت ہی تاریخی اور علمی باتیں زیرِ بحث لائی گئی ہیں۔ تاریخ کا ذوق رکھنے والوں کے لیے یہ کتاب بہت ہی قیمتی اضافہ ہے۔ البتہ کتاب کی غلطیاں کافی نظر میں آئیں اور کاغذ میں بھی وسعتِ ظرفی کا مظاہرہ نہیں کیا گیا۔ اسی لیے اس کی مطبوعہ قیمت ۳۰۰ روپے زیادہ رکھی گئی ہے۔ اُمید ہے کہ ان اُمور کی طرف توجہ کی جائے گی۔

تسہیل ''الانتباهات المفيدة''

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ۔ تسہیل و شرح: مفتی امداداللہ عبدالقیوم۔ صفحات: ۲۳۰۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: ادارۃ التحقیق مرکز العلوم الاسلامیہ، منگھوپیر روڈ، کراچی۔ ملنے کا پتا: اسلامی کتب خانہ، نزد جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

زیرِ تبصرہ کتاب ''الانتباهات المفيدة'' حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کا ایک بیان تھا، جسے آپ نے اسکول کے طلباء کے چند اشکالات کے جواب میں کیا تھا، بعد میں کچھ اضافہ جات کے ساتھ اُسے رسالہ کی شکل دی گئی۔ اس کتاب میں سات اُصول موضوعہ ہیں اور ۱۶/انتباہات ہیں۔ اس کتاب میں سب کی تسہیل کی گئی ہے۔ یہ کتاب درج ذیل خصوصیات کی حامل ہے: ۱:- تسہیل اور شرح کے لیے اس طریقہ کو اختیار کیا گیا ہے، جس کو حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اپنی حیات میں پسند اور انفع قرار دیا تھا۔ ۲:- کتاب کے اہم مقامات کو عنوانات کے ذریعہ نمایاں کیا گیا ہے۔ ۳:- کتاب میں موجود اصطلاحات اور امثلہ کو آسان پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ۴:- حضرت تھانویؒ کی عبارت کو برقرار رکھا گیا ہے، صرف مشکل مقامات کی تشریح کی گئی ہے۔ ۵:- ہر بحث کے آخر میں بحث سے متعلق سوالات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ۶:- ہر بحث سے متعلق جن اصطلاحات یا مباحث کے اضافے کی ضرورت تھی، ان مباحث کو حضرت تھانویؒ کی دوسری تصانیف کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔ چونکہ یہ کتاب وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب میں شامل ہے، اس لیے یہ کتاب علماء کرام وطلباء کے لیے بہت ہی مفید ہے۔ کتاب کا کاغذ بہت ہی عمدہ اور جاذبِ نظر ہے۔ البتہ ٹائٹل کتاب کے معیار سے فروتر ہے۔ امید ہے اگلے ایڈیشن میں اس کمی کو پورا کرلیا جائے گا۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....